دفاعِ کنزالایمان
وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت جانشینِ مفتیِ اعظم
تاج الشریعہ قاضی القضاۃ حضرت العلام الشاہ الامام
محمد اختر رضا خان قادری الازہری دام ظلہ علینا

بفیض: تاجدارِ اہلِ سنّت حضور مفتی اعظم محمد مصطفی رضا قادری نوری رضی اللہ عنہ

دفاعِ کنزالایمان

تحقیق وتصنیف

حضور تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی

قاضی القضاۃ فی الہند (بریلی شریف)

ناشر

جماعت رضائے مصطفی

شاخ اورنگ آباد، مہاراشٹر

نام کتاب	**دفاعِ کنز الایمان**
مصنف	حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری
تصحیح	مفتی محمد یونس رضا مونسؔ اویسی
سن اشاعت:	بموقع عرسِ اعلیٰ حضرت ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۵ء
تعداد	1100
صفحات	144
قیمت	-/130 روپے

تقسیم کار

تاج الشریعہ کتاب گھر

چمپا مسجد کے سامنے، چمپا چوک، اورنگ آباد، مہاراشٹر

رابطہ: 9665947865

ای میل: hanfirazvi@gmail.com

نوٹ: اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہِ کرم اطلاع دیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

دعائیہ کلمات

حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ القادری صاحب

پرنسپل جامعۃ الرضا، بریلی شریف

باسمہٖ تعالیٰ وبحمدہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جومحبوبیت ومقبولیت عام وخاص میں خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ عظام کوعطافرمائی ہے وہ بہت سے خانقاہیوں کوہضم نہیں ہورہی ہےاس لیےاپنے وغیر کاطرح طرح سے ہدف تنقید بنانا محبوب مشغلہ ہوگیا ہے۔اس محبوبیت ومقبولیت میں سیندھ لگانے کی اوراس منارۂ علم ونورکوسرنگوں کرنے کی جتنی کوشش ہورہی ہے اتناہی اس کی بلندی وتابش میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

یہ اعزاز واکرام ومقبولیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین متین کی خدمت اوراپنے حبیب کریم ورؤف رحیم کی عظمت ورفعت کاگیت گانے کے طفیل عطافرمایاہے۔یہ اعزاز کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ جسے اللہ واس کے رسول سربلندفرمائیں اسے کون سرنگوں کرسکتا ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم مسلم کو بہت سے علمی وعملی خزانے عطا فرمائے ہیں خصوصاً کنزالایمان یعنی ایمان کاخزانہ جس کوبقول محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ ’’اردو میں قرآن ہے‘‘ کہا جاتا ہے۔مخالفین اس کنزالایمان پرخاک ڈالنے کی بہت کوشش کرتے رہےمگروہ خاک پلٹ کرانہیں کے منہ پر پڑ جاتی ہے۔حضورتاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری دام فیوضہٗ علینا نے بنام ’’دفاع کنزالایمان‘‘ ایک دقیق ووقیع رسالہ تحریر فرمایاجس میں مخالفین کی علمی قابلیت کوسبوتاژ کردیا مخالفین سے آج تک اس کا جواب نہ ہو

سکا۔حضورتاج الشریعہ کی مقبولیت ومحبوبیت کا اس سے اندازہ لگایئے کہ ۱۰/جون ۲۰۱۳ء میں خانۂ کعبہ کے اندرونی حصہ میں دخول وعبادت کی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے طفیل توفیق عطافرمائی۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ''**ومن دخله کان آمنا**'' کا مژدہ فرمایا ہے۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ حضورتاج الشریعہ کی حیات وخدمات میں برکت دوام اور قبولیت تام عطافرمائے۔

یہ جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ عزیز گرامی مولانا طیب رشیدی درجۂ تخصص فی الفقہ بریلی شریف کی کوشش وکاوش سے اورنگ آباد، مہاراشٹر کے چند مخیر حضرات (جناب عبدالعزیز کھتری ومحمد گل خان حنفی رضوی اور حکیم محمد مدثر رضوی صاحب آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی شاخ اورنگ آباد) صرفِ کثیر سے ''دفاعِ کنز الایمان'' دوبارہ خوشنما و دیدہ زیب طبع کرارہے ہیں۔دعا ہے مولیٰ تبارک وتعالیٰ عزیزم مولانا طیب رشیدی کو علم وعمل کی دولت سے وافر حصہ عطافرمائے اوران تمام حضرات کو آفات ارضی وسماوی سے محفوظ فرماکر دارین کی نعمتوں اورصلاح وفلاح سے ہر مقام پر ہم کنار فرمائے اور ہرطرح کی خوشیوں سے مالا مال فرمائے۔آمین

بجاہ سید المرسلین محبوب رب العالمین علیہ التحیۃ والتسلیم

طالب دعا:

بہاء المصطفیٰ القادری

پرنسپل جامعۃ الرضا، بریلی شریف

۶/شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ، ۱۶/جون ۲۰۱۳ء بروز اتوار

تقریظ جلیل

از: شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ ومولانا **محمد عسجد رضا خاں** قادری دام ظلہ العالی

ناظم اعلیٰ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف وصدر آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی، بریلی شریف (یوپی)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جدی الکریم حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ العزیز کا مایہ ناز کارنامہ قرآن مجید کا ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' ہے۔ جو عوام وخواص میں مشہور ومعروف ہے۔ یہ ترجمہ کئی زبانوں میں منتقل کیا جاچکا ہے اور کئی ممالک کی مختلف مطبوعوں سے متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ اس ترجمہ کی خوبی وخصوصیت پر دنیائے اہل سنت کی عبقری شخصیتوں اور محققوں نیز غیروں نے بھی بے شمار مضامین لکھے اور چھاپے۔ کئی کتابیں بھی معرض وجود میں آچکیں۔

مگر بعض گستاخوں اور گمراہوں کو اس کی مقبولیت ہضم نہیں ہو پائی اور اس میں بھی بزعم خود خامیاں نظر آئیں اور کچھ سطریں کالی کیں مگر دنیائے سنیت کے قلمکاروں نے انہیں دندان شکن مسکت جواب دیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ''دفاع کنز الایمان'' ہے جسے والد گرامی حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے تصنیف فرمایا ہے۔ کتاب مستطاب میں قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ اور اغیار کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس آیت کا ترجمہ سیدی اعلیٰ حضرت نے کیا ہے وہی شرعی ترجمہ ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم کے اہتمام سے ادارہ سنی دنیا، بریلی شریف نے شائع کی۔

اب دوبارہ اسے محب گرامی مفتی محمد یونس رضا مونسؔ اویسی صاحب قبلہ نے کمپوز کرا

کے تصحیح کی اوراس پر حضور والد گرامی کی مختصر حیات بھی تحریر کردی ہے، جو بہت وقیع اورجامع ہے۔عزیزی مولانا محمد طیب رضا عبیدی رشیدی مرکزی سلمہٗ القوی، شعبۂ افتاء جامعۃ الرضا کی کوششوں سے مہاراشٹر اورنگ آباد کے عالیجناب عبدالعزیز کھتری، عالیجناب محمد گل خان رضوی، عالیجناب حکیم محمد مدثر رضوی آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی شاخ اورنگ آباد مل کر شائع کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی نعمتوں سے نوازے اوران حضرات سے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کا کام لے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقیر محمد عسجد رضا خاں قادری

۱۳؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/ ۲۴؍مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعہ

مرادِ رضا، جانشین مفتئ اعظم

از: تلمیذ وخلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد یونس رضا صاحب مونسؔ اویسی
(نائب صدر المدرسین جامعۃ الرضا، وایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف)

یہ سوانحی تحریر ایک عظیم المرتبت شخصیت کی شان میں ہے جسے دنیا بڑے بڑے القاب وآداب سے یاد کرتی ہے، تاج الشریعہ، تاج الاسلام، تاج العارفین، شیخ الاسلام والمسلمین، فقیہ اعظم، مفتی اعظم، قاضی القضاۃ، جانشین مفتی اعظم آپ کے ایسے القاب ہیں جسے عوام وخواص سبھی استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس کی ابتدا بھی عظیم المرتبت شخصیات کی تحریر پر تنویر سے ہو۔ استاذی الکریم، عمدۃ المحققین، سند المفتیین، رئیس الفقہاء، قاضی ملت حضور علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم بستوی قدس سرہ العزیز رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

”خانوادۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے گلستاں میں حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت فیوضہ کی ذات گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ موصوف حضرت مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خاں نوراللہ مرقدہ کے لخت جگر اور حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نوراللہ مرقدہ کے نور دیدہ اور حضور سیدی الکریم مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں قدس سرہ العزیز کے نور نظر ہیں۔ بایں طور آپ کے اندر ان عظیم و فخیم کی نسبتوں کے اوصافِ حمیدہ واخلاق و پیمانہ کی جھلک جھلک رہی ہے اور سبھی حضرات گرامی کے کمالات علمی و عملی سے آپ کو گراں قدر حصہ ملا ہے، فہم وذکاء، قوت حافظہ واتقاء، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے جودت طبع ومہارت تامہ (عربی ادب) حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ سے، فقہ میں تبحر واصابت، حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے قوتِ خطابت وبیان، پدر بزرگوار حضور جیلانی میاں قدس سرہٗ سے گویا مذکورۃ الصدر ارواح اربعہ سے وہ تمام کمالات علمی وعملی آپ کو وراثۃً حاصل ہوگئے ہیں جس کی رہبر

شریعت وطریقت کو ضرورت ہوتی ہے اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی مسند رشد وہدایت بھی موصوف کی ذات گرامی سے آراستہ وپیراستہ ہے اور ہزارہاں بندگان خدا آپ ہی سے اپنی عقیدت کو وابستہ کر چکے ہیں"۔ (پیش گفتار: شرح حدیث نیت مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، بریلی ص ر ۴)

سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہاء، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ لعالی فرماتے ہیں۔

"تاج الشریعہ حضرت علامہ ازہری صاحب زید مجدہ یگانہ روزگار محقق اور صاحب بصیرت عالم وفقیہ ہیں، علم وفضل وزہد وتقویٰ میں آپ اپنے جد امجد امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت رضی تعالیٰ عنہ کے وارث منفرد ہیں، احقاق حق وابطال باطل کا تحقیقی انداز آپ کو وراثت میں ملا ہے، آپ خداداد وجاہت سے متصف ہیں، اسی لیے عرب وعجم کے عوام خواص آپ سے حصول فیض کے مشتاق رہتے ہیں اور آپ کی زیارت کو تازگی ایمان کا ذریعہ مانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی زبانوں پر ملکہ خاص عطا فرمایا ہے، زبان اردو تو آپ کی گھریلو زبان ہے اور عربی آپ کی مذہبی زبان ہے ان دونوں زبانوں میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے جس پر آپ کی اردو عربی نعتیہ شاعری شاہد عدل ہیں آپ کے برجستہ اور فی البدیہہ نعتیہ اشعار فصاحت وبلاغت حسن ترتیب اور نعت تخیل میں کسی کہنہ مشق استاد کے اشعار سے کم درجہ نہیں ہوتے، عربی زبان کے قدیم وجدید اصلوب پر آپ کو ملکہ راسخ حاصل ہے، آپ کی خطابت وشاعری اور ترجمہ نگاری کسی پختہ کار عربی ادیب کے ادبی کارناموں پر بھاری نظر آتی ہے، جامع ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے شیوخ سنتے تو کلام کی سلاست، نزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ تو میرے سامنے ہی کا ہے کہ زمبابوے میں ایک مصری شیخ نے آپ کے حمدیہ اشعار سنے تو بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کی نقل کی فرمائش بھی کر ڈالی حضرت علامہ ازہری کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، زمبابوے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبانوں میں تقریر ووعظ کرتے دیکھا ہے اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں اور

یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی کے کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے۔"

(تقریظ بر ترجمہ معتقد منتقد مع مستند معتمد ص ۴۱۔ ۴۲ مطبوعہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف)

رئیس الاتقیاء، سراج السالکین، سند الکاملین حضرت علامہ مولانا سید اویس مصطفی قادری رزاقی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ چشتیہ بلگرام شریف مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

"موصوف کو خانوادہ رضویت میں وہ مقام حاصل ہے کہ تاج الشریعہ اور قاضی القضاۃ جیسے اعلیٰ خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔" (تقریظ بر ترجمہ معتقد ص ۴۳)

مولد و مسکن: آپ ۱۴؍ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۴۲ء بروز منگل کاشانہ اعلیٰ حضرت محلہ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں پیدا ہوئے، آپ کے پاسپورٹ میں شمسی تاریخ یکم فروری ۱۹۴۳ء مرقوم ہے اس لحاظ سے قمری تاریخ ۲۵؍محرم الحرام ۱۳۶۲ھ اور دن پیر ہوگا۔ (مسموع از محدث بریلوی حضرت تحسین میاں و حضرت حبیب میاں، مشاہدہ پاسپورٹ)

نوٹ: آپ کی تاریخ پیدائش بعض حضرات نے ۲۴؍ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۴۳ء اور ۲۶؍محرم الحرام ۱۳۶۲ھ مطابق ۲؍فروری ۱۹۴۳ء اور ۲۵؍صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء لکھا ہے۔ مؤخر الذکر تاریخ پیدائش "**الصحابه نجوم الاهتداء**" اور "**حقيقة البريلويه**" کے تعریف بالمؤلف میں بایں الفاظ مرقوم ہے۔ **ولد الشيخ الامام اختر رضا خان الحنفی القادری الازهری یوم الخامس والعشرين (۲۵) من شهر صفر لعام (۱۳۶۱ھ) الموافق (۱۹۴۲ء) بمدينة بريلی فی شمال الهند،** صحیح تاریخ ۱۴؍ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۴۲ء ہی ہے۔

اسم و نسب: آپ کا پیدائشی نام خاندان رضا کے رواج کے مطابق محمد رکھا گیا اور چوں کہ والد ماجد کا نام "محمد ابراہیم رضا" ہے اس وجہ سے آپ کے پکارنے کا نام "اسماعیل رضا" تجویز ہوا۔ چنانچہ اس نسبت کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ آپ والد ماجد قدس سرہ کے علمی و عملی، روحانی و نسبی دونوں اعتبار سے پرتو اور جانشین ہوئے، عرفی نام "اختر رضا" ہے اور یہی

مشہور ہے حتیٰ کہ خواص کو بھی آپ کا اصل نام معلوم نہیں۔ اختر تخلص فرماتے ہیں۔ قادری مشرباً اور ازہری علماً نام کے آگے تحریر فرماتے ہیں۔

آپ نسباً افغانی پٹھان ہیں اور شجرۂ نسب کے اعتبار سے نجیب الطرفین بڑھیچی افغانی پٹھان ہیں۔ شجرۂ پدری، علامہ محمد اختر رضا بن مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا بن حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بن رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں الیٰ آخرہٖ۔ شجرۂ مادری، علامہ اختر رضا بن مخدومہ معظّمہ ولیہ زاہدہ شہزادی حضور مفتی اعظم بنت مجدد دین وملت مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں بن مجدد اعظم علامہ شاہ امام احمد رضا بن رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں الخ۔

آپ کی زندگی کے ہر شعبے سے ایسی تہذیب وتمدن منسلک ہے جو خالص اسلامی شرعی ہے، دادیہال و نانیہال خانوادہ ہی میں ہے اور حسن اتفاق سسرال بھی خانوادۂ رئیس المتکلمین علامہ نقی علی ہی میں ہے۔ اس لیے آپ کو ہر وقت وہ ماحول ملا جس میں ایک طرف مفسر اعظم، مفتی اعظم ہیں، تو دوسری طرف رابعہ وقت والدہ ماجدہ ولیہ زاہدہ مخدومہ نانی جان زوجہ مفتی اعظم وغیرہا ہیں۔ آپ ولی، ولیہ کی گود میں پلے بڑھے۔

والد ماجد مفسر اعظم ہند، بڑے عالم، بہترین مفسر، اچھے خطیب، شاندار قلمکار، لاجواب مصنف ہیں۔ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے، شاندار عقیقہ ہوا اور بہترین تعلیم وتربیت، ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں دار العلوم منظر اسلام سے فارغ ہوئے اسی دن حضرت حجۃ الاسلام نے نیابت وخلافت بھی سپرد فرمادی، سرکار مفتی اعظم ہند کی بڑی صاحبزادی سے سرکار اعلیٰ حضرت نے باجازت شہزادگان عقد فرمادیا۔ پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت میں گزاری، منظر اسلام میں درس دیتے، تبلیغی دورفرماتے، کتابیں لکھتے، آپ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے ایڈیٹر بھی رہے۔ ۵ر شہزادے، ۳ر صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں، ۱۱ر صفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ر جون ۱۹۶۵ء کو انتقال فرماگئے، نماز جنازہ بحر العلوم علامہ سید مفتی محمد افضل حسین مونگیری بہاری ثم پاکستانی نے پڑھائی۔

دادا حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان (۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۹۲ء، متوفی ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ مئی ۱۹۴۳ء) ہیں اعلیٰ حضرت کے جانشین، درجنوں کتابوں کے مصنف اور سیکڑوں کے شیخ و استاذ ہیں۔ آپ کو زبان پر بڑا عبور حاصل تھا بالخصوص عربی ادب میں، دوران نماز عشاء عالم تشہد میں انتقال ہوا نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار علی صاحب نے پڑھائی۔

نانا حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا (۱۳۱۰ھ مطابق ۷/ جولائی ۱۸۹۳ء، متوفی ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۹۸۱ء) ہیں آپ اعلیٰ حضرت کے شہزادۂ اصغر اور جانشین ہیں لاکھوں کے پیر طریقت سیکڑوں علماء و مشائخ کے شیخ و رہنما اور درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں، فتاویٰ نویسی آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم عالم، مجدد ابن مجدد سے مشہور و معروف ہیں، کلمہ طیبہ کا ورد فرماتے ہوئے وصال ہوا، نماز جنازہ میں اتنی بھیڑ تھی جس کا شمار نہیں، الغرض اخباری رپورٹ کے مطابق متحدہ ہند کے کسی بھی نماز جنازہ میں کہیں اتنی بھیڑ نہ دیکھی گئی۔ نماز جنازہ استاذ الفقہاء جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی اختر رضا صاحب مدظلہ العالی اور مولانا مختار اشرف معروف سرکار کلاں کچھوچھہ شریف نے پڑھائی۔

جبکہ مشہور صرف یہی ہے کہ سرکار کلاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، اکابر علماء مثلاً شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مشاہد رضا حشمتی علیہ الرحمہ، قاضی ملت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی قدس سرہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی وغیرہ نے حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی ہے۔

پردادا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہٗ ہیں جو سو (۱۰۰) سے زائد علوم و فنون کے جامع اور ماہر، ایک ہزار کتب سے زائد کتابوں کے مصنف اور سچے عاشق رسول، محسن سنیت، علمبردار سنیت ہیں، ان کے والد ماجد علامہ نقی علی قدس سرہٗ جو امام المتکلمین ہیں دادا علامہ رضا علی قدس سرہٗ روہیل کھنڈ کے علامہ مفتی عوض عثمانی کے بعد مفتی اور مجاہد جنگ آزادی ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات کا مزار سٹی

قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔ مذکورہ بالا بزرگوں کا مزار اقدس محلہ سوداگران، بریلی میں مرجع خواص وعوام ہے۔

خانوادۂ رضویہ کی عورتیں بالخصوص حضور تاج الشریعہ کی والدہ ماجدہ، نانی جان اہلیہ حضور مفتی اعظم ہند، دادی جان اہلیہ حضرت حجۃ الاسلام، اعلیٰ حضرت کی اہلیہ محترمہ، آپ کی والدہ ماجدہ، دادی محترمہ سبھی فقہی مسائل سے واقف، صوم وصلاۃ کی پابند، عبادت گذار اور مبلغہ اسلام تھیں۔

حضور تاج الشریعہ کے خسر محترم حکیم الاسلام حضرت علامہ حسنین رضا خاں (داماد اعلیٰ حضرت) رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جو خدمت اسلام وسنیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے بہترین نقیب ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کے والد ماجد شہزادۂ امام المتکلمین استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ ہیں جو بڑے عالم وفاضل، بہترین شاعر اور اعلیٰ حضرت کے دست راست اور جملہ دینی کاموں میں ان کے معین ہیں، آپکا مزار شریف بھی اسی قبرستان میں ہے اور حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا صاحب کا مزار سوداگران میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے پائنتی ہے۔ آپ کے تین شہزادے امین شریعت، علامہ سبطین رضا خاں صاحب مدظلہ مقیم چھتیس گڑھ، صدالعلماء علامہ تحسین رضا قدس سرہٗ، حبیب العلماء علامہ حبیب رضا مدظلہ العالی ہیں، دو شہزادی ہیں، ایک شہزادی کا وصال ہوگیا اور ایک حضرت مولانا عسجد رضا خاں مدظلہ کی والدہ ماجدہ ہیں جسے وابستگان حضور تاج الشریعہ ''پیرانی ماں'' کہتے ہیں۔ آپ رابعۂ عصر ہیں، صوم وصلاۃ کی پابند، مہمان نوازی غریب پروری میں اپنی مثال آپ ہیں، فقہی مسائل سے واقف ہیں، مبلغہ اسلام ہیں، شاندار مضامین تحریر فرماتی ہیں، شائع شدہ دو مضمون فقیر کے پاس موجود ہے، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔

تعلیم وتربیت: والد ماجد نے روحانی وجسمانی، ظاہری وباطنی ہر طرح کی تربیت فرمائی اور شاندار تربیت کا انتظام فرمایا، بڑے ناز ونعم سے پالا اور تمام ضرورتوں کو پورا فرمایا، جب آپ ۴؍سال، ۴؍ماہ، ۴؍دن کے ہوئے تو تسمیہ خوانی کا والد ماجد نے اہتمام کیا،

دارالعلوم منظر اسلام کے طلبہ و مدرسین کی دعوت فرمائی، عزیز و اقارب و معززین شہر کو بھی مدعو فرمایا، حضرت مفسر اعظم ہند نے اپنے خسر محترم و چچا جان جانشین اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا کہ ''اختر میاں'' کی تسمیہ خوانی کی تقریب ہے حضور شرکت فرمائیں اور تسمیہ خوانی بھی کروائیں، چنانچہ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے تسمیہ خوانی کروائی۔

آپ نے والدہ ماجدہ سے ناظرہ کیا اور ابتدائی کتب خود مفسر اعظم نے پڑھائی اس کے بعد دارالعلوم منظر اسلام میں داخلہ کرا دیا۔ محنت و لگن کے ساتھ مروجہ درس نظامی کی تکمیل یہیں کی، آپ کو شروع ہی سے مطالعہ کا بے حد شوق رہا، امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین شیخ الحدیث دارالعلوم چرہ فیض آباد فرماتے ہیں۔

''حضرت ازہری میاں کو میں نے طالب علمی کے زمانے میں دیکھا مطالعہ کے بے حد شوقین حتیٰ کہ کبھی کبھار مسجد میں آتے تو دیکھتا کہ راستہ چلتے جہاں موقع ملا کتاب کھول کر پڑھنے لگتے۔'' (مسموع منقول مفہوماً)

اسی طرح حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی قدس سرہٗ شیخ الحدیث منظر اسلام کو بھی فرماتے سنا کہ ''حضرت تاج الشریعہ کو کتابوں سے بہت شغف ہے، زمانہ طالب علمی سے ہی نئی نئی کتابیں دیکھنے، پڑھنے کا بہت زیادہ شوق حتیٰ کہ راستہ چلتے بھی کتاب پڑھتے اور اب میں دیکھ رہا ہوں وہ شوق دن دونی رات چوگنی ہے۔'' (مسموع، منقول مفہوماً)

استاذی عمدۃ المحققین حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ تو ہمیشہ آپ کے مطالعہ اور قوت حافظہ کا ذکر کرتے تھے، بعض دفعہ کسی کسی واقعہ کا بھی ذکر فرماتے تھے۔

لوگوں کے اسرار پر آپ ۱۹۶۳ء میں مشہور یونیورسٹی جامعۃ الازہر، قاہرہ مصر زبان و ادب پر مہارت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے، کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا اور دین کے اصول قرآن و احادیث پر ریسرچ فرمایا اور عربی ادب کو مضبوط کیا مگر حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی سے استفسار پر معلوم ہوا کہ آپ مصر جانا نہیں چاہتے تھے بلکہ سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی بارگاہ ہی میں رہنا چاہتے تھے، چنانچہ کبھی کبھار فرماتے ہیں۔

''جو علمی وادبی فائدہ حضرت (مفتی اعظم) کے پاس رہ کر ہوا وہ مصر میں نہیں ہوا وہ تین سال بھی کاش حضرت کی خدمت میں ہی گذرا ہوتا'' پھر فرماتے ہیں ''مفتی اعظم ہند کا علم بڑا مضبوط تھا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی تبحر علمی کا تذکرہ حضرت قاضی ملت بھی اکثر کیا کرتے تھے۔

۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں کلیہ اصول الدین قسم التفسیر والحدیث کی تکمیل فرمائی اس شعبہ میں آپ نے اول پوزیشن حاصل کی۔ سالانہ امتحان میں معلومات عامہ کا امتحان تقریری ہوا تھا جس میں ممتحن نے علم کلام سے متعلق سوال کیا اس میں آپ کے ہم سبق طلبہ جواب نہ دے سکے، ممتحن نے سوال دہرا کر آپ کی طرف دیکھا اور جواب طلب کیا پھر آپ نے اس کا شاندار جواب دیا، ممتحن نے پوچھا آپ شعبہ تفسیر وحدیث کے متعلم ہیں پھر بھی علم کلام میں یہ گہرائی؟ تب حضرت نے فرمایا کہ میں نے ''دارالعلوم منظر اسلام'' میں علم کلام پڑھا ہے، اس سے وہ بہت خوش ہوئے اور آپ کو ہم سبق طلبہ میں سب سے زیادہ نمبر دیا۔

رزلٹ کے بعد آپ کو اوّل نمبر پر آنے کی وجہ سے مصر کے صدر کرنل جمال عبدالناصر صاحب نے بطور تمغہ ''ایوارڈ'' پیش کیا اور بی۔ اے کی سند بھی عطا کی، پھر آپ مصر سے ہندوستان کے لیے روانہ ہوگئے جب آپ بریلی جنکشن اترے، نعرہائے تکبیر ورسالت سے فضا گونج اٹھی، خانوادۂ رضویہ کے افراد اور شہر کے معززین استقبال کرتے ہوئے درگاہ شریف تک لائے۔

درس وتدریس: جب آپ جامعۃ الازہر مصر سے تشریف لائے تو منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے، یعنی آپ نے ۱۹۶۷ء سے تدریس کا باضابطہ آغاز فرمایا مسلسل جدوجہد اور محنت ولگن سے پڑھاتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۷۸ء میں آپ صدرالمدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے، منظر اسلام کا دارالافتاء بھی آپ کے سپرد ہوگیا۔ تقریباً ۱۹۸۰ء میں آپ کثیر مصروفیات کی وجہ سے منظر اسلام سے علیٰحدہ ہوگئے۔ کہ یہ وہ دور ہے جس میں سرکار مفتی اعظم بیمار چل رہے تھے۔ اس وجہ سے تبلیغی دورے وغیرہ بھی درپیش ہوگئے، سرکار مفتی اعظم ہند کا ۱۹۸۱ء میں انتقال ہوگیا اس کے بعد آپ کی مصروفیت اور بڑھ گئی، فتاویٰ نویسی میں آپ مرجع ٹھہرے

اس وجہ سے آپ نے ''مرکزی دارالافتاء'' قائم فرمایا جو تا ہنوز بحسن وخوبی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، مگر آپ نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تعریب وترجمہ کا کام متأثر نہ ہونے دیا تا ہنوز آپ کا درس جاری ہے اور فتاویٰ نویسی کے علاوہ تصنیفی کام بھی شباب پر ہے۔

ارادت وسلوک: بچپن ہی میں سرکار مفتی اعظم ہند نے مرید کرلیا تھا، اسطرح ظاہری و باطنی دونوں علوم کا آغاز سرکار مفتی اعظم کے زبان فیض ترجمان سے ہوا، مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد ۱۵؍ رجنوری ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرنور تقریب میں اکابر علماء کی موجودگی میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، برہان ملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پور، شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری جونپور علیہما الرحمہ کے علاوہ بہت سے حضرات علماء ومعززین شہر موجود تھے، خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری، سید العلماء حضرت سید آل مصطفی برکاتی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ مطہرہ، احسن العلماء حضرت سید حسن حیدر برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ مطہرہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے، والد ماجد سرکار مفسر اعظم ہند نے مروجہ علوم وفنون کی فراغت سے پہلے ہی اپنی علالت کی وجہ سے اپنا قائم مقام یعنی جانشین بنادیا اور اجازت وخلافت بھی عطا فرمادی۔

ظاہری وباطنی علوم وفنون کے اساتذہ:

(۱) جانشین اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت، مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا خاں نوری قدس سرہٗ۔

(۲) جانشین اعلیٰ حضرت شہزادۂ حجۃ الاسلام مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خاں قادری قدس سرہٗ

(۳) بحر العلوم والفنون حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری بہاری ثم پاکستانی علیہ الرحمہ۔

(۴) سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفی قادری برکاتی قدس سرہٗ۔

(۵) احسن العلماء حضرت علامہ سید حسن حیدر قادری برکاتی قدس سرہٗ

(۶) خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت علامہ مفتی برہان الحق جبل پور قدس سرہٗ

(۷) والدہ ماجدہ شہزادی حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہا

(۸) ریحان ملت حضرت علامہ محمد ریحان رضا خاں رحمانی قدس سرہٗ

(۹) حضرت مولانا حافظ محمد انعام اللہ خاں تسنیم حامدی بریلوی علیہ الرحمہ

(۱۰) فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ مولانا محمد محمد سماحی شیخ الحدیث والتفسیر، جامعہ ازہر قاہرہ۔

(۱۱) فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ مولانا عبد الغفار، استاذ الحدیث، جامعہ ازہر، قاہرہ۔

(۱۲) فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبد التواب مصری، استاذ منظر اسلام، بریلی شریف۔

(۱۳) صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خانصاحب قادری قدس سرہٗ۔

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی جو سند حدیث اپنے تلامذہ کو عطا فرماتے ہیں اس میں سب سے پہلے نام صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا ہے، اس مختصر میں اساتذۂ حضور تاج الشریعہ پر روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں ہے۔

علمی وروحانی عہدے: حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال فرمانے کے بعد، جانشین اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم، مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الھند، عرب وعجم میں اسی حیثیت سے آپ کا تعارف ہے، علمی وروحانی دونوں کمالات کے اعتبار سے دانشوران اسلام نے آپ کو ''تاج الشریعہ'' و ''تاج الاسلام'' سے یاد کیا، تاج الشریعہ آپ کا ایسا لقب ہے جو فی زمانا علم کی حیثیت رکھتا ہے، علمائے اہل سنت، مفکرین اسلام مندرجہ ذیل القاب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ مرجع العلماء والفضلاء، جامع العلوم والفنون، وارث علوم اعلیٰ حضرت، شیخ المحدثین، سراج المفسرین، تاج الفقہاء، استاذ الفقہاء، سلطان الفقہاء، فقیہ اعظم، فقیہ عصر، فخر اہل سنن، سند المفتین، بدر طریقت، جامع شریعت و طریقت، عارف حقیقت ومعرفت، امیر الھند، شیخ الکل، مرشد کامل، آبروئے اہل سنت وغیرہ وغیرہ

عقد مسنون واولاد امجاد: حضور تاج الشریعہ مدظلہ کا عقد مسنون بعد تعلیم وتربیت وارادت وسلوک شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ مطابق ۳؍نومبر ۱۹۶۸ء بروز اتوار حکیم الاسلام حضرت العلام علامہ حسنین رضا خاں (داماد اعلیٰ حضرت) کی نیک خاتون صاحبزادی سے محلہ کانکرٹولہ پرانا شہر میں ہوا، آپ کی عرفیت ''اچھی بی'' بامسمیٰ ہے، کہ آپ کے حسن وکردار، تقویٰ و طہارت، مہمان نوازی، غربا پروری، انصاف ودیانت، سخاوت و پابندی شریعت کے چرچے

ہیں۔حلقۂ ارادت میں ''پیرانی ماں'' سے مشہور و معروف ہیں۔مصروفیت کے باوجود کتابوں کے مطالعہ کی عادی ہیں، حضرت پیرانی امی **متعنا اللّٰہ بطول حیاتھا** نیک سیرت خاتون ہیں فی زمانا رابعہ عصر ہیں۔

آپ کے ایک صاحبزادہ پانچ صاحبزادیاں ہیں سبھی شادی شدہ صاحبِ اولاد ہیں۔

(۱) صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا قادری، ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا، بریلی شریف کی شادی اپنے بڑے ماموں امین شریعت علامہ سبطین رضا خانصاحب کی چھوٹی شہزادی سے ہوئی۔چار شہزادیاں اور دو شہزادے حسام احمد رضا، ہمام احمد رضا سلمہما ہیں۔

(۲) بڑی صاحبزادی، عالی جناب انجینئر محمد برہان رضا صاحب بیسلپوری کو منسوب ہیں، ایک صاحبزاہ محمد علوان رضا اور ایک صاحبزادی ہیں۔

(۳) دوسری صاحبزادی عالی جناب الحاج محمد منسوب علی خاں کو منسوب ہیں، ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ محمد منہال رضا ہیں۔

(۴) تیسری صاحبزادی حضرت مولانا محمد شعیب رضا نعیمی صاحب کو منسوب ہیں، ایک صاحبزادے محمد حمزہ خبیب ہیں۔

(۵) چوتھی صاحبزادی حضرت مولاما محمد سلمان رضا صاحب ابن امین شریعت کو منسوب ہیں، دو صاحبزادے محمد سفیان رضا، محمد شاذان رضا ہیں۔

(۶) پانچویں صاحبزادی عالی جناب محمد فرحان رضا کو منسوب ہیں، ایک صاحبزادی ہیں۔

تنظیم وتحریک سے وابستگی: آپ سنی جمیعۃ العلماء کے صدر ہیں، امام احمد رضا کے اہم ٹرسٹی ہیں، ''آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ'' (قائم فرمودہ اعلیٰ حضرت) کے سرپرست ہیں اس کے علاوہ عرب وعجم میں متعدد تنظیمیں، تحریکیں ہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں ان کی سرپرستی فرماتے ہیں۔

تاج الشریعہ بحیثیت بانی:

۱) مرکزی دارالافتاء

۲) مرکزی دارالقضاء

۳) شرعی کونسل آف انڈیا

۴) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

۵) ازہری مہمان خانہ

۶) ازہری گیسٹ ہاؤس

مذکورہ بالا ادارے بحسن وخوبی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، دارالافتاء سے فتاویٰ کافی تعداد میں صادر کیے جاتے ہیں اہلسنت و جماعت میں اس دارالافتاء کی بڑی اہمیت ہے، کہنہ مشق مفتی، ماہر جزئیات، استاذ الفقہاء حضرت العلام قاضی محمد عبد الرحیم ۱۹۸۳ء سے تاحیات یہیں رہے ان کے فتاویٰ کا اہم ذخیرہ یہیں موجود ہے۔ مرکزی دارالقضاء میں رویت ہلال، مقدمے وغیرہ فیصل ہوتے ہیں۔ شرعی کونسل آف انڈیا کے تحت ۱۲/جدید عنوانات پر سمینار ہو چکے ہیں، جامعۃ الرضا میں ۵۵/اسٹاف وملازمین کا عملہ کام کررہا ہے، ۶۶۰ طلبہ فی الحال زیر تعلیم ہیں، حفظ وقرأت، درس نظامی، تخصص فی الفقہ کے طلبہ ہر سال فارغ ہوتے ہیں۔ دینیات وعصریات پر مشتمل نصاب تعلیم ہے، دینی ودنیاوی دونوں شعور کا طلبہ یہاں حصول کرتے ہیں۔ زائرین کو کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس وجہ سے حضرت نے ان کے لیے قیام کا انتظام فرمایا، حضرت نے پورا کاشانۂ اعلیٰ حضرت جو غیروں کے پاس چلا گیا تھا حاصل کر کے اس پر جدید تعمیر کروائی، مستقبل قریب میں ''حامدی مسجد'' دعوتِ نظارہ دے گی ان شاءاللہ تعالیٰ

معمولاتِ تاج الشریعہ: آپ اپنے معمولات کے پابند ہیں مندرجہ ذیل طور پر رات ودن گذارتے ہیں۔

ہفتہ:۔ بعد نماز فجر تلاوت۔ وظائف۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد کتابیں سنتے ہیں یا فتاویٰ تحریر کرواتے ہیں یا فتاویٰ سن کر تصدیق فرماتے ہیں۔ دوپہر ۱/بجے تک ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے ہیں، تخصص فی الفقہ کے طلبہ کو ۱۱ یا ۱۲/بجے کے بعد درس دیتے ہیں۔ کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرماتے ہیں۔ بعد نمازِ ظہر پھر کتابیں سنتے یا کتابیں لکھواتے ہیں۔

بعد نمازِ عصر دلائل الخیرات شریف پڑھتے ہیں۔ بعد نمازِ مغرب وظائف سے فارغ ہوکر پھر کتابیں سننا یا کتابیں لکھوانا پھر بعد نمازِ عشاء کھانا تناول فرماتے ہیں۔ بعدہٗ تھوڑی دیر ٹہلتے ہیں، پھر کتابیں سنتے ہیں یا لکھواتے ہیں۔ ۱۱۔۱۲/ بجے رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسی دوران ملاقاتی ملاقات بھی کرتے ہیں، مرید ہونے والے داخلِ سلسلہ ہوتے ہیں۔ پھر حضرت فجر میں اگر فجر سے پیشتر جاگتے ہیں تو تہجد پڑھتے ہیں، ورنہ نمازِ فجر ادا فرمانے کے بعد معمولات حسبِ سطور بالا انجام دیتے ہیں۔

اتوار:۔ اس دن بعد نماز عشاء انٹرنیٹ پر آن لائن سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ انگلش سوال کا انگلش میں، عربی کا عربی میں، اردو کا اردو میں جواب ہوتا ہے۔ بقیہ معمولات حسبِ ہفتہ۔

پیر:۔ یہ دن حسب ہفتہ گذرتا ہے۔

منگل:۔ یہ دن بھی حسب ہفتہ گذرتا ہے۔

بدھ:۔ یہ دن بھی حسب ہفتہ گذرتا ہے۔

جمعرات:۔ دوپہر میں دورۂ حدیث کے طلبہ کو بخاری شریف کا درس دیتے ہیں۔ بعد نماز مغرب ازہری گیسٹ ہاؤس کے ہال میں عوام اہلِ سنت کے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ قرب وجوار کے علاوہ دور دراز سے لوگ حضرت کی ''محفلِ سوال وجواب'' میں حاضر ہوتے ہیں۔ بقیہ معمولات حسبِ ہفتہ۔

جمعہ:۔ اس دن دیر سے ڈرائنگ روم میں تشریف لاتے ہیں، تقریباً ۱۰ یا ۱۱/ بجے آجاتے ہیں، ملاقاتیوں سے ملاقات کے بعد تحریری کام کرواتے ہیں۔ ۱/ بجے اندر تشریف لے جاتے ہیں پھر جمعہ کے وقت تیار ہوکر باہر آتے ہیں، خطبہ دیتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں، بعد نماز مغرب شہر کے کسی مسجد میں سوال وجواب کا پروگرام رکھا جاتا ہے وہاں تشریف لے جاتے ہیں پھر تشریف لانے کے بعد بقیہ معمولات حسب سابق۔

اس کے علاوہ کسی دن کسی وقت نمازِ جنازہ کے لیے یا تعزیت وعیادت کے لیے یا

قرب و جوار کے پروگرام میں بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ سفر و حضر میں حتیٰ المقدور حضور معمولات میں فرق نہیں آنے دیتے۔ وہ وقت جو اسٹیج یا ملاقات میں صرف ہوتا ہے، وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

عقیدتِ اولیائے کرام: اللہ تعالیٰ والے محبوبان الٰہی سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں، ان کا ادب کرتے ہیں، ان کی بارگاہ میں حاضریاں دیتے ہیں، ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں، ان کی روش کو اپناتے ہیں، ان کا زمانے بھر میں خطبہ پڑھتے ہیں، ان کے در سے وابستگی دین و دنیا کے لیے کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں عرض ایک اللہ والے کو اللہ والے سے بڑی انسیت، عقیدت و محبت رہتی ہے۔ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ولی ابن ولی ابن ولی ابن ولی ہیں کہ انہیں دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے لہٰذا ان کے اندر اولیاء اللہ کی عقیدت و محبت کا ہونا فطری بات ہے، چنانچہ آپ نے متعدد اولیائے کرام، مشائخ عظام، علمائے ذوی الاحترام، کے مزارات پر حاضری دی ہے۔ بریلی شریف میں، سٹی قبرستان میں آرام فرما خانوادہ رضویہ کے افراد بالخصوص امام العلماء مولانا رضا علی، رئیس المتکلمین علامہ نقی علی، استاذ زمن علامہ حسن، درگاہ اعلیٰ حضرت، درگاہ شاہ دانا ولی، درگاہ علامہ تحسین رضا خاں علیہم الرحمہ میں حاضری دیا کرتے ہیں۔

بدایوں میں چھوٹے سرکار، بڑے سرکار، حضرت نظام الدین اولیاء کے والد ماجد، مارہرہ مطہرہ میں بزرگانِ مارہرہ، بلگرام شریف کے بزرگانِ دین، سادات کرام کالپی شریف، صدر الشریعہ، حافظ ملت علیہم الرحمہ بالخصوص خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، محدث دہلوی محقق عبدالحق، حضرت نظام الدین اولیاء، بزرگان دہلی، بزرگان ممبئی، بزرگان احمد آباد، سیدنا رزق اللہ شاہ داتا، کوڑی نار، اجمیر معلیٰ میں سرکار سلطان الہند غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہوں میں حاضری دیا کرتے ہیں۔

آپ نے بزرگان پاکستان، بزرگان مصر، دمشق، جاڑن، اردن عراق، بالخصوص سرکار غوث پاک، امام اعظم، کربلا شریف کے علاوہ مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے بزرگوں کی

بارگاہ میں حاضری دی ہیں۔

حج وزیارت: ہر مومن بالخصوص عاشق صادق کی تمنا ہوتی ہے کہ حرمین شریفین کی زیارت سے خود کو مشرف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو اس تمغے سے بھی خوب نوازا ہے۔ آپ نے ۶/ حج کیے ہیں، پہلا حج ۱۴۰۳ھ مطابق ۴/ستمبر ۱۹۳۸ء، دوسرا حج ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۶ء، تیسرا حج ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۷ء، چوتھا حج ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء، پانچواں حج ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء چھٹا حج ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں کیا، اس کے علاوہ ان گنت بار آپ نے عمرہ کیا اور مدینہ منورہ کی حاضری دی، اس وقت بھی حضور تاج الشریعہ مدینہ منورہ تشریف رکھتے ہیں۔

خدماتِ مذہب ومشرب: دینی ومذہبی، مشربی خدمات کے لیے دفتر درکار ہیں، مختصر یہ کہ درس وتدریس کے علاوہ فتاویٰ نویسی میں آپ کی خدمات بہت روشن ہیں اسی لیے آپ ''مفتی اعظم''، مفتی اعظم بدیار الہند سے عرب وعجم میں مشہور ہیں۔ آپ نے جامعۃ الازہر سے لوٹنے کے بعد منظر اسلام میں درس دینا اور فتویٰ لکھنا شروع کر دیا، یعنی باضابطہ طور پر ۱۹۷۶ء سے آپ فتاویٰ لکھ رہے ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز شباب پر ہے، عربی، انگلش، اردو، تینوں زبانوں میں فتاویٰ تحریر فرماتے ہیں۔

حواشی، تراجم، تعاریب، تصانیف بھی آپ کے جوہر قلم سے نکلتے رہتے ہیں تقریباً ۶۰/ کتب کے آپ، مترجم، معرب، مصنف، محشی ہیں۔ راقم الحروف کا ایک مضمون ''تصانیف حضور تاج الشریعہ'' کے نام سے ہے، جس میں کتابوں کے نام ہیں۔ ساتھ ہی مطبوعہ، غیر مطبوعہ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

ہند وبیرون ہند میں کروڑوں کی تعداد میں مریدین ومتوسلین، سیکڑوں کی تعداد میں خلفاء، ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ ہیں جو برِّ اعظموں کے مختلف ممالک میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔

برّاعظم، ایشیاء، یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، وغیرہا کے متعدد ممالک میں تبلیغی

دورے فرماتے ہیں۔

تاج الشریعہ اور ایوارڈ: آپ کی خدمات دینی و ملی اظہر من الشمس ہے۔ جب آپ جامع ازہر میں کلیہ اصول الدین قسم التفسیر والحدیث میں ایک نمبر پر آئے تو وہاں کے کرنل جمال عبدالناصر نے ایوارڈ دیا۔

۲۰۰۹ء میں جب آپ نے مصر کا دورہ فرمایا تو جامع ازہر تشریف لے گئے، وہاں آپ کے اعزاز میں جلسہ ہوا، شیخ الجامعہ علامہ سید محمد طنطاوی، جامع ازہر قاہرہ ان کے علاوہ جامعہ کے دیگر عہدیدارن کی موجودگی میں جامع ازہر کی طرف سے ''الذراع الفخریہ'' نامی ایوارڈ دیا گیا۔ اس کے علاوہ متعدد جلسوں، پروگراموں میں ہندو بیرون ہند سے لوگوں نے ایوارڈ پیش کیے، چاندی، روپے وغیرہا سے تولنے کی بات بھی متعلقین و متوسلین نے کی، مگر حضور نے اس سے منع کر دیا۔

اس کے علاوہ پوری دنیا کے معززین کا جب شمار ہوا تو ہندوستان کی پہلی با اثر شخصیت میں آپ کو بتایا، اس پر باضابطہ ایک میرا مضمون سنی دنیا کے اداریہ میں شائع ہو چکا ہے۔

علمائے عرب سے رابطے: عرب علما جن کا تعلق اہل سنت سے ہے وہ آپ سے بے پناہ متأثر ہیں، چنانچہ وہ لوگ آپ سے سلسلہ تلمذ بھی قائم کرتے ہیں اور سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں، اجازت وخلافت کے بھی طالب ہوتے ہیں مندرجہ ذیل علمائے کرام ''بریلی شریف'' آچکے ہیں۔

۱) حضرت علامہ سید علوی مالکی محدث مکۃ المکرمہ
۲) حضرت علامہ شیخ عمر بن سلیم، خطیب وامام، امام اعظم مسجد محلہ اعظمیہ بغداد
۳) حضرت علامہ شیخ جمیل فلسطینی، سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ
۴) حضرت علامہ عبدالجلیل العطا، محدث دمشق، دمشق
۵) حضرت علامہ شیخ طٰہٰ حبیشی، استاذ قسم الفلسفہ والعقیدہ، جامع ازہر مصر
۶) حضرت علامہ مفتی عبدالفتاح البزم، مفتی اعظم دمشق
۷) حضرت علامہ سید محمد فاضل جیلانی، مرکز الجیلانی للبحوث العلمیہ، استنبول، ترکی

۸) حضرت علامہ سید ہاشم محمد علی حسین مہدی، مکۃ المکرمہ

۹) حضرت علامہ شیخ محمد طرطرشان، استاذ حدیث و فقہ، دمشق

۱۰) حضرت علامہ علاء الحائک، استاذ حدیث وفقہ، دمشق

۱۱) حضرت علامہ شیخ وائل البزم، استاذ حدیث وفقہ، دمشق

۱۲) حضرت علامہ شیخ جمال فاروق الدقاق، استاذ کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ، جامع ازہر مصر

۱۳) حضرت علامہ شیخ اسامہ سید محمود الازہری، استاذ کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ، جامع ازہر مصر۔

جامع ازہر مصر میں حضرت نے بخاری شریف کا درس دیا جس میں ۵۰ر ممالک کے طلبہ شریک درس تھے۔ متعدد درگاہوں کے مشائخ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ مدینہ منورہ، مکۃ المکرمہ، دمشق، میں بھی آپ نے درس بخاری دیا جس میں سیکڑوں کی تعداد میں عرب شریک ہوئے، متحدہ عرب کے بے شمار علماء و مشائخ آپ سے شرف تلمذ حاصل کر چکے ہیں، بہتوں کو سند حدیث بھی عنایت کی ہے اور بعض کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا ہے۔

عرب علماء اعلیٰ حضرت سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں، حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی سے متعلق اچھا تأثر رکھتے ہیں، بعض کا تأثر ملاحظہ کیجئے:

"فقد اطلعت علیٰ حاشیۃ الشیخ العارف باللہ المحدث محمد اختر رضا الحنفی القادری الازہری"

(تقریظ بر شمول الاسلام از علامہ عیسیٰ بن عبد اللہ بن محمد بن مانع حمیری، کلیۃ الامام مالک للعلوم الشریعہ، دبئ)

"فضیلۃ الامام الشیخ محمد اختر رضا خان الازہری المفتی الاعظم فی الھند" (ایضاً از علامہ سید عبد اللہ بن محمد بن حسن فدعق مکی، مکۃ المکرمہ)

"حفیدہ (امام اھل السنۃ) الازہری الاستاذ الاکبر، تاج الشریعہ فضیلۃ الشیخ محمد اختر نفعنا اللہ بعلومہ وبارك"

(ایضاً از علامہ ابو محمد شیخ موسیٰ عبدہ یوسف اسحاق استاذ الفقہ صومالیہ)

"وفق اللہ شیخنا الجلیل، صاحب الرد القاطع، مرشد السالکین، المحفوظ برعایۃرب العالمین،العالم الفاضل محمداخترضاخان الحنفی القادری الازھری وجزاہ خیر ما یجازی عبداً من عبادہٖ"

(ایضاازعلامہ شیخ واثق فوادعبیدی مدیر ثانویہ شیخ عبدالقادرکیلانی)

"وقد متع نظر و سبح فکری فیما کتبہ الامام العلامۃ القدوۃ صاحب الفضیلۃ الشیخ محمد اختر رضا الحنفی القادری ادامہ اللہ و حفظہ و نفع المسلمین ببرکتہٖ"

(ایضاازعلامہ شیخ جمال عبدالکریم الدبان مفتی دیارعراقیہ بغداد)

اس کے علاوہ حضورتاج الشریعہ کے متعدد گوشے ایسے ہیں جن پر لکھنے کی ضرورت ہےعجلت میں مختصر جوتیار ہوسکا وہ حاضر ہے، انشاءاللہ تعالیٰ تفصیل میرے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے میں ملاحظہ کریں گے۔

آپ کی خدمات اور چہار دانگ عالم میں شہرت اور ہرجا مقبولیت دیکھ کر مجھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ بشارت یادآتی ہے جوآپ نے بیسل پور میں حضرت مفسر اعظم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دی تھی۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا اپنے چہیتے خلیفہ روحانی صاحبزادہ حضرت مولانا عرفان علی صاحب کے دولت کدہ پرتشریف لے گئے، ساتھ میں آپ کے پوتے حضرت مفسراعظم بھی تھے، اس وقت آپ کی عمر ۱۰/۲۱ رسال ہوگی وہاں پر اعلیٰ حضرت نے مفسر اعظم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اس (اشارہ مفسر اعظم کی طرف) سے میری اولاد میں ایک صاحبزادہ ہوگا جو اسلام کی بڑی خدمت کرے گا اور میرا نام روشن کرے گا"۔ حضرت مولانا عرفان علی صاحب کے صاحبزادہ جناب محمد معوان علی صاحب اوران کے پوتے اس بات کے راوی ہیں، شہزادۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ قادری امجدی رضوی مدظلہ العالی سے فقیر نے سنا ہے، انہوں نے اس سال "عرس

نوری‘‘ کے موقع پر تقریر میں اس واقعہ کا ذکر بھی کیا تھا، واقعی حضور تاج الشریعہ کی عالمگیر شہرت، تقویٰ وطہارت، شریعت کی پاسداری، تصلب فی الدین، علم وعمل، فضل وکمال کو دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ آپ ہی کی ذات والا صفات مجدد اعظم کی بشارت کا مصداق ہے ؎

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

اور حضرت کے اس مقطع کو یوں پڑھا جائے تو اور زیادہ موزوں ہوگا ؎

مفتی اعظم کا جلوہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

اب میں اخیر میں حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی قلمی کاوشوں کو بعنوان ’’تصانیف و تراجم‘‘ لکھتا ہوں، ملاحظہ کیجئے۔

تصانیف وتراجم

استاذ گرامی سیدی وسندی حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود قلم سے اٹوٹ رشتہ بنائے ہوئے ہیں۔ آپ نے متعدد موضوعات پر کتابیں تصنیف کی ہیں اور بہت سی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے ذیل میں آپ ان کی فہرست ملاحظہ کریں:

نمبرشمار	اسمائے کتب	زبان	تفصیل
۱	شرح حدیث نیت	اردو	
۲	ہجرت رسول	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، ادارہ معارف رضا، پاکستان
۳	آثار قیامت	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، ادارہ معارف رضا، پاکستان

۴	سنو چپ رہو	اردو	ادارہ معارف رضا، پاکستان/ برکاتی پبلشرز، کراچی
۵	ٹائی کا مسئلہ	اردو	مطبوعہ المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۶	تین طلاقوں کا شرعی حکم	اردو	مطبوعہ اختر بکڈ پو، خواجہ قطب، بریلی
۷	تصویروں کا حکم	اردو	مطبوعہ اختر بکڈ پو، خواجہ قطب، بریلی
۸	دفاع کنزالایمان ۔ ۲ جز	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی
۹	الحق المبین	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی
۱۰	ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن مع شرعی حکم	اردو	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی
۱۱	القول الفائق بحکم الاقتداء الفاسق	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۲	حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر، مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۳	کیا دین کی مہم پوری ہوچکی؟، مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۴	جشن عید میلاد النبی، مقالہ	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۱۵	متعدد فقہی مقالات	اردو	مطبوعہ/ غیر مطبوعہ
۱۶	سعودی مظالم کی کہانی اختر رضا کی زبانی	اردو	مطبوعہ ماہنامہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی
۱۷	العطایا الرضویہ بالفتاویٰ الازہریہ	اردو	مطبوعہ/ غیر مطبوعہ
۱۸	شرح بخاری شریف	اردو	آڈیو۔ مرتب کیا جارہا ہے

۱۹	تراجم قرآن میں کنزالایمان کی فوقیت	اردو	اس پر کام جاری ہے
۲۰	نوح حامیم کیلر کے سوالات کے جوابات (کفر، ایمان، تکفیر)	اردو	غیر مطبوعہ، قلمی
۲۱	الحق المبین	عربی	مطبوعہ المجمع الرضوی
۲۲	الصحابۃ نجوم الاھتداء	عربی	مطبوعہ دار المقطم، مصر
۲۳	شرح حدیث الاخلاص	عربی	المجمع الرضوی
۲۴	سد المشارع علیٰ من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۵	تحقیق ان ابا ابراھیم تارح لا آزر	عربی	مطبوعہ دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۶	نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۷	مرأۃ النجدیہ بجواب البریلویہ (حقیقۃ البریلویۃ)	عربی	دار المقطم، قاہرہ، مصر
۲۸	حاشیۃ الازہری علیٰ صحیح البخاری	عربی	مطبوعہ مجلس برکات، مبارکپور
۲۹	حاشیۃ المعتقد والمستند	اردو	مطبوعہ، المجمع الرضوی، بریلی
۳۰	سفینۂ بخشش (دیوان)	عربی/اردو	مطبوعہ، متعدد بار، المجمع الرضوی، بریلی
۳۱	انوار المنان فی توحید القرآن	اردو	المجمع الرضوی
۳۲	المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند (ترجمہ)	اردو	المجمع الرضوی، بریلی
۳۳	الزلال الانقی مع بحر سبقۃ الاتقی (ترجمہ)	اردو	ادارہ سنی دنیا، بریلی

۳۴	اھلاک الوہابین علیٰ توہین القبور المسلمین (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۵	شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (تعریب)	عربی	شائع از سعودی، مطبع کا نام نہیں ہے
۳۶	الھاد الکاف فی حکم الضعاف (تعریب)	عربی	دار السنابل، دمشق
۳۷	برکات الامداد لاھل الاستمداد (تعریب)	عربی	جمیعۃ رضا المصطفیٰ، کراچی
۳۸	عطایا القدیر فی حکم التصویر (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۳۹	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، بریلی
۴۰	قوارع القہار فی رد المجسمۃ الفجار (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۱	سبحان السبوح (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۲	القمع المبین لامال المکذبین	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۳	النھی الاکید (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۴	حاجز البحرین (تعریب)	عربی	دار النعمان للعلوم، دمشق
۴۵	فقہ شہنشاہ وأن القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (تعریب)	عربی	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۴۶	ملفوظات تاج الشریعہ	اردو	غیر مطبوعہ، قلمی

۴۷	تقدیم تجلیۃ السلم فی مسائل نصف العلم	اردو	مطبوعہ اختر بک ڈپو، خواجہ قطب، بریلی
۴۸	ترجمہ قصیدتان رائعتان	اردو	غیر مطبوعہ، قلمی
۴۹	Few English Fatawa	انگلش	مطبوعہ ادارہ سنی دنیا، بریلی
۵۰	ازہر الفتاویٰ	انگلش	مطبوعہ حبیبی دارالافتاء ڈربن، ساؤتھ افریقہ
۵۱	ٹائی کا مسئلہ	انگلش	ادارہ سنی دنیا
۵۲	A Just Answer to the blased author	انگلش	مطبوعہ، از: ساؤتھ افریقہ (مطبع کا نام نہیں ہے)
۵۳	فضیلت نسب (ترجمہ اراء ۃ الادب لفاضل النسب)	اردو	مکتبہ سنی دنیا، بریلی
۵۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ	اردو	برکات رضا، پور بندر، گجرات
۵۵	حاشیہ انوار المنان	اردو	المجمع الرضوی، سوداگران، بریلی
۵۶	الفردہ فی شرح قصیدۃ البردہ	عربی	ناشر مولانا عسجد رضا (مطبع کا نام نہیں ہے)
۵۷	فضائل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق	اردو	ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور

نوٹ: مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ بشکل آڈیو، قصیدہ بردہ کی عربی شرح، بخاری شریف کا اردو میں درس انٹرنیٹ پر ہر اتوار کو بعد نماز عشاء آن لائن، عربی سوال کا عربی میں انگلش سوال کا انگلش میں، اردو سوال کا اردو میں جواب، انٹرنیٹ پر موجود ہے، اللہ تعالیٰ اہل علم عقیدت مندوں میں سے کسی کو توفیق بخشے اور اسے تحریر کا جامہ پہنا کر منظر عام پر لے آئے۔

جن کتابوں کا آپ نے ترجمہ فرمایا ہے خواہ عربی میں ہوں یا اردو میں ان پر آپ کا

حاشیہ بھی ہے، میں نے صرف المعتقد مع المعتمد المستند اور انوار المنان کے حاشیے کا تصانیف میں تذکرہ کیا ہے، ان حواشی کو بھی آپ کی تصانیف میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ دوران مطالعہ مرکزی دارالافتاء میں، میں نے دیکھا کہ وہ کتابیں جو استاذ گرامی حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے زیر مطالعہ رہی ہیں ان میں سے بعض کتابوں پر آپ کی تعلیقات وحواشی ہیں، انہیں میں نے تحریرات حضور تاج الشریعہ میں شمار نہیں کیا ہے۔

آپ نے جو خطوط لکھے ہیں بعض کی کاپی دارالافتاء میں تھیں انہیں میں نے پڑھا ہے، وہ زبردست علمی ہیں، اگر حضرت کے خطوط مل جائیں اور انہیں یکجا کر دیا جائے تو وہ بھی مستقل ایک کتاب کی حیثیت رکھیں گے اور اردو دنیا میں ایک ادبی کتاب کا اضافہ ہوگا۔

آپ نے علمائے اہل سنت کی کتابوں پر جو تقریظیں تحریر کی ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں انہیں بھی یکجا کیا جائے تو اردو نثر میں اضافہ ہوگا۔ مدارس، مساجد، مکاتب، تنظیم، تحریک جن کا تعلق اہل سنت سے ہے، ان کے معائنے یا سرپرستی قبول کرنے کی تحریریں، یا تعاون کے سلسلے میں حضور کی بابرکت تحریریں بھی اس قدر ہیں کہ انہیں یکجا کیا جائے تو نثریات اردو میں شاہکار ثابت ہوں گی۔

دفاعِ کنز الایمان

حضور تاج الشریعہ کی زیر نظر یہ کتاب ''دفاع کنز الایمان'' دراصل ایک جارحانہ مضمون کا جواب ہے۔ مولوی امام علی قاسمی رائے پوری نے ''قرآن پر ظلم'' نامی مقالہ لکھا اور ۱۹۷۶ء میں اسے مدرسہ رئیس العلوم، کھیری لکھیم پور سے شائع کیا۔ سیدنا امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے قرآن کا ترجمہ بنام ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' کیا۔ علمی اور مذہبی حلقوں میں عزت کی نگاہ سے یہ ترجمہ مقبول ہوا۔ اس پر مولوی قاسمی کے اعتراض تھے جس کا حضور استاذ گرامی مدظلہ العالی نے دندان شکن جواب دیا۔ یہ مقالہ ماہنامہ ''المیزان'' نے امام احمد رضا نمبر میں شائع کیا پھر

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے اسے مزید اضافے کے ساتھ ادارہ سنی دنیا، سوداگران، بریلی کے توسط سے سائما پریس، بریلی سے طبع کرایا۔ اس میں مکمل ۱۱۹ر صفحات تھے۔ سن اشاعت جون ۱۹۸۹ء درج ہے۔

اب یہ کتاب کمپوز ہو کر پہلی مرتبہ شائع ہونے جا رہی ہے۔ عالیجناب عبد العزیز صاحب کھتری رضوی، صدر جماعت رضائے مصطفی شاخ اورنگ آباد، مہاراشٹر، عالیجناب محمد گل خان حنفی رضوی، نے شائع کرنے کی ذمہ داری اپنے سر اٹھالی ہے۔ یہ حضرات اس علاقے کے سربرآوردہ شخصیتوں میں ہیں جن کے سینوں میں اسلام وسنیت کا درد ہے اور حتیٰ الامکان مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت میں اپنے احباب کے ساتھ برابر کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور مزید نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ یہ کمپوز شدہ نسخہ عزیز گرامی حضرت مولانا مفتی محمد طیب رضا عبیدی رشیدی مرکزی، شعبۂ افتاء مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف اور حضرت مولانا محمد افضل نوری مرکزی، جامعۃ الرضا، بریلی شریف سلمہما المنان کی بے پناہ کوشش اور لگن سے آپ کے زیر نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی نعمتوں سے نوازے اور مزید دینی کاموں کی توفیق بخشے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔**

دعا جو:

محمد یونس رضا مونس اویسی غفرلہٗ القوی

خادم الافتاء والتدریس جامعۃ الرضا، وایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف

۱۳ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/ ۲۴ر مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعہ

پیش لفظ

کنزالایمان کی دفاع میں لکھا گیا۔ فقیر کا ایک مقالہ آج سے تقریباً گیارہ سال قبل ماہنامہ المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ’’امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن کی روشنی میں‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ کن کن مراحل سے گزرنے کے بعد یہ ’’دفاع کنز الایمان‘‘ کے نام سے کتابی شکل میں طبع ہوکر منظر عام پر آیا اس کی تفصیل آپ اگلے صفحہ پر عزیزی عبدالنعیم عزیزی کی تحریر کردہ سطور سے جان لیں گے۔

مولائے قدیر انہیں جزائے خیر دے کہ ان کی کاوش سے فقیر کا برسوں پرانا مضمون کتابی شکل میں آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم قاسمی کے رد میں لکھے گئے مضمون کی قسطیں یکجا کر کے اعلان کے مطابق جلد ہی دفاع کنز الایمان حصّہ دوم کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

دعا کریں کہ اللہ عزوجل ہم سب کو خدمت دین کے لیے تصنیفی واشاعتی میدان میں آگے بڑھائے۔ (آمین)

دعاگو

فقیر **محمد اختر رضا خاں** ازہری قادری غفرلہٗ

سوداگران، بریلی شریف

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِاَهْلِہٖ وَالصَّلٰوۃُ لِاَهْلِهَا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں نبیِ کریم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا۔ فالحمد علیٰ ذالک۔

ہمیں بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ ہمارے مطبع سے بزرگانِ دین وعلمائے دین متین کی کتابیں شائع ہو کر عوام وخواص تک پہنچ کر دعوت وتبلیغ اسلام کے کام کو بحسن وخوبی انجام دی رہی ہیں۔ اب تک اس مطبع سے ایسی کتابیں شائع ہوتی رہیں جن سے ہمارا مقصد مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کرنا ہے۔ اس لیے کہ اس دورِ پُرفتن میں مختلف جماعتیں مختلف رنگ وڈھنگ میں گھوم گھوم کر عوام الناس کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہی ہیں۔ خصوصاً غیر مقلدین وہابیہ، دیابنہ وغیرہ وغیرہ۔

الحمدللہ ہمارے اِدارہ سے ترجمۂ کنزالایمان (ہندی)، تمہید ایمان، اسماء الاربعین فی شفاعۃ سید المرسلین (چالیس احادیث شفاعت)، پڑھو اور فیصلہ کرو، ردِ صلح کلیت، میلاد پاک مع ثبوت، ہجرتِ رسول۔۔۔ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو عوام الناس کے عقائد کی اصلاح میں بے حد مفید ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی یہ کتاب ''دفاعِ کنزالایمان'' ہے، جو حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت فیوضہٗ علینا بانی وسربراہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف یوپی کی تصنیف لطیف ہے۔ جس میں آپ نے اپنے جدِ امجد فخر زمین وزمن، امامِ اہلِ سُنن، ماحیِ فتن، نجدی وہابی شکن سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی مشہور زمانہ کتاب ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' پر اُٹھنے والے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ نے یوں تو حفاظتِ دین کے لیے بڑے بڑے

کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں لیکن قرآن کریم کا ترجمہ موسوم بہ ''کنزالایمان'' آپ کا سب سے بڑا شاہ کار ہے۔ جسے دنیا میں جملہ تراجمِ قرآن پر فوقیت حاصل ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ کریں گے کہ کس طرح صاحبِ کتاب نے دلائل وبراہین کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو مفسرین کرام کی تفسیر، محققین عظام کی تحقیق، مدققین حضرت کی تدقیق اور مخالفین کے اعتراضات کو بے اصل و بے بنیاد قرار دیا ہے۔ صاحبِ کتاب ایک محقق بے عدیل ومدقق بے مثیل ہیں، اس لیے کہ اندازِ بیان یہ احساس دلاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحریر کا پرتو ہے۔

جامعۃ الرضا بریلی شریف کے نائب پرنسپل حضرت مفتی محمد یونس رضا اویسی صاحب قبلہ کا نام لینا بے جا نہ ہوگا کیوں کہ اگر آپ اس کتاب کو اس ادارہ سے شائع ہوتے اگر دیکھ رہے ہیں تو یہ موصوف ہی کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ جنھوں نے اس کتاب کے ساتھ حضور تاج الشریعہ کی سوانح وعلمی خدمات پر مشتمل بہترین تحریر بنام ''مرادِ رضا جانشین مفتی اعظم'' بطور مقدمہ شامل کی ہے۔ اور بڑی بے انصافی ہوگی اگر جامعۃ الرضا بریلی شریف ہی سے افتا کی فراغت کرنے والے مفتی محمد طیب عبیدی رشیدی اور ان کے ساتھیوں کا ذکر نہ کیا جائے، جنھوں نے میری فرمائش پر حضور شہزادۂ صدرالشریعہ برادرِ محدثِ کبیر علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ قادری صدرالمدرسین جامعۃ الرضا بریلی شریف کے دعائیہ کلمات وحضور شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ ومولانا محمد عسجد رضا خاں قادری ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف کی تقریظ جلیل حاصل کرکے اس کتاب کی خوبی میں چار چاند لگا دیے۔ نیز بڑی محنت ولگن کے ساتھ کمپوزنگ و پروف ریڈنگ کے کام کو انجام دیا۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ سیدی ومرشدی حضور تاج الشریعہ کو اعانت راشدین واہانت معاندین کے ساتھ قائم ودائم رکھے اور دنیائے سُنّیت پر آپ کا سایہ تادیر برقرار رکھے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین وخاتم النبین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

خادمِ اہلِ سُنّت محمد گل خان حنفی رضوی

سیکریٹری: جماعت رضائے مصطفیٰ، شاخ اورنگ آباد (مہاراشٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس مختصر سی تمہید کے بعد کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں سکون وراحت اور آخرت میں نجات ومغفرت حاصل کرنے کا ذریعہ اس دین کی پیروی ہے جسے اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا۔ قاسمی صاحب یوں شعلہ افشانی کرتے ہیں:

''اس کے ساتھ یہ ایک تکلیف دہ اور افسوسناک حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں اپنے کو مسلمان کہنے والوں میں ایسے گمراہ لوگ بھی پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو زبان سے کتاب وسنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی غلط تفسیر اور حدیثوں کی مہمل تاویل کرتے ہیں ایسے ہی گمراہ لوگوں میں نام نہاد بریلوی مکتب فکر کے لوگ ہیں''۔ الخ

فاقول: آپ نے دوسروں کو تو دل کھول کر گمراہ کہا، قرآن وحدیث کی غلط تفسیر ومہمل تاویل کرنے اپنی طرف سے عقیدے اور احکام نکالنے کا الزام دیا قطع نظر اس کے کہ یہ الزام ہرگز صحیح نہیں یہاں آپ سے آپ ہی کے امام کی عبارتیں پیش کر کے پوچھنا یہ ہے کہ کیا آپ اور آپ کے امام الطائفہ پر یہ الزام عائد نہیں ہوتے اب ہم وہ عبارتیں ذکر کرتے ہیں جن سے بعونہٖ تعالیٰ یہ ثابت ہو کہ یہ الزام انہیں پر عائد ہیں اور بزور زبان انہوں نے ہمارے اوپر تھوپے ہیں۔ امام الطائفہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں رقمطراز ہیں:

''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' ص ۳۷

نیز کہتے ہیں: ''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی'' ص ۱۷

اور اسے آیت سے ثابت بتایا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام الطائفہ کا یہ

دعویٰ اس آیت مذکورہ سے کس طرح سے ثابت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فالمدبرات امراً** یعنی قسم ان کی جو کاموں کی تدبیر کریں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس جگہ قسم سے مراد ملائکہ ہیں اور علامہ بیضاوی نے بطور احتمال فرمایا کہ اس قسم سے مراد کاملین کی روحیں ہیں جو شدت کے ساتھ جسموں سے جدا ہوتی ہیں اور جلد عالم ملکوت میں پہنچتی اور خطائر قدس کی طرف بڑھ کر تدابیر امور کرتی ہیں۔ ان کی عبارت زیر کریمۂ والنازعات یہ ہے:

اوصفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقا ای نزعاً شدیداً من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیه فتسبق الی خطائر القدس فتصیر بشرفها وقوتها من المدبرات اھ ملتقطا۔

اقول: دونوں توجیہوں پر (خواہ ملائکہ مراد ہوں خواہ ارواح کاملین) تصرف غیر اللہ ثابت اور امام الطائفہ کا دعویٰ باطل وللہ الحمد۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت فرماتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"أَنِّىٓ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ وَأُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ ٱللَّهِ۔

"یعنی میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے"۔

اب بتاؤ غلط تفسیر کا الزام کس کے سر ہے؟ امام الطائفہ کے اس قول سے ان آیات و احادیث کی جن میں انبیاء و اولیاء کے تصرف کی تصریح ہے تعطیل لازم آتی ہے کہ نہیں۔ قرآن وسنت کا نام لیں اور قرآن وسنت کو جھٹلائیں۔ سچ کہا: "زبان سے کتاب وسنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں" اگر کسی کے لیے تصرف کی قدرت ثابت کرنا شرک ہے جیسا کہ اس کی مذکورہ عبارتوں کا مفاد ہے **کما لا یخفی** بلکہ خود اس نے تصریح کی ہے کہ جو کوئی کسی مخلوق کا عالم

میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔ تو بتائیے ان ائمۂ اعلام اساطین دین وفقہاء ومحدثین کے لیے کیا حکم ہوگا جو تصرف ثابت کر گئے اگر وہ مشرک ہیں (تمہارے زعم پر) تو مشرک کی خبر دیانات میں نامعتبر تو قرآن وسنت (جو دین کی اصل ہیں اور ہمیں انہیں سے پہنچے ہیں) کا اعتبار کیوں کر ہوگا اور جب یہ نامعتبر ٹھہرے تو دین کس چیز کا نام رہ گیا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ جانے دو اپنے مستند ابن تیمیہ کو کیا کہو گے جو یہ تصریح کر گئے:

ولِاَنَّ الامة لا یصلون ما بینهم وبین ربهم الا بواسطة الرسول لیس لاحد طریق غیره ولا سبب سواه وقد اقامه الله مقام نفسه فی امره ونهیه واخباره وبیانه فلا یجوز ان یفرق بین الله ورسوله فی شئ من هٰذه الامور اه الصارم المسلول۔

کتنا عظیم تصرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت کیا کہ ساری امت کا واسطۂ عظمیٰ خدا کے دربار میں انہیں قرار دیا بلکہ خدا کے امر ونہی وخبر وبیان میں خدا کا نائب ٹھہرایا۔ بولو کتنا بڑا شرک اس نے کیا۔ رہا حدیثوں کی مہمل تاویل کا الزام تو سنو۔ امام الوہابیہ نے شفاعت کی تین قسمیں کیں اور تیسری کو جائز مانا کہتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو کچھ اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت ست قصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے۔ آگے کہتا ہے: ''سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے۔ آگے لکھا ''سو اللہ کی جناب میں اسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی وولی کی شفاعت کا ذکر قرآن وحدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں'' ص ۲۸ وص ۲۹ اوّلاً اس کے زعم پر اس قسم کی شفاعت کیوں کر ہو سکتی ہے وہ تو کہہ چکا: سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل

اور وہ شرک میں برابر ہے ص ۷ **ملتقطاً**۔ **ثانیاً** اس کا یہ کہنا کہ ''اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا ذکر قرآن و حدیث میں مذکور ہے الخ اپنے منہ آپ قرآن و سنّت کو جھٹلانے کا اقرار ہے کہ نہیں؟ سچ ہے ''اپنی طرف سے عقیدے و احکام نکال لیتے ہیں'' الخ شفاعت بالوجاہت کے معنیٰ اپنی طرف سے گڑھ کر اس کا انکار کرتے اور بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑتے ہوئے خود کہا: ''اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے لیے کچھ سامان اور اسباب جمع کرنیکی کچھ حاجت نہیں'' الخ للہ انصاف تو یہاں کیوں سبب کی حاجت ہوگئی **ما قدر الله حق قدره** اللہ کی قدر ہی نہ جانی۔ امام الطائفہ الوہابیہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ جس نے چوری کو اپنا پیشہ بنالیا اللہ اس سے درگزر نہ فرمائے گا تو نصوص شفاعت کی طرح نصوص عفو و درگزر بھی مخصوص ہوگئیں یہ تخصیص بھی اسمٰعیلی وحی باطنی میں اُتری ہے یا اس پر کوئی دلیل ہے؟ جب گناہ کے پیشہ وروں سے درگزر نہیں تو **لاجَرَم** وہ بھی مثل شفاعت اس کے زعم پر اسی کے لیے ہوا جس نے گناہ کو اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا تو یہ درگزر دنیا ہی میں ہوگی اس لیے کہ شرمساری گناہ پر توبہ ہے اور توبہ دنیا ہی میں ہوگی **کما لا یخفی**۔ احادیث شاہد کہ اللہ کی رحمت بڑے بڑے گنہگاروں کو برزخ میں نوازتی ہے اور قیامت میں بھی وہ غفور رحیم ہے جسے چاہے طفیل نبی رحیم و کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے حساب جنّت میں داخل فرمائے گا۔ شرح الصدور میں وہ احادیث بکثرت ہیں ہم ایک طویل حدیث کا کچھ حصہ ذکر کریں:

أخرج الطبرانی فی الکبیر والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول والاصبھانی فی الترغیب عن عبدالرحمٰن بن سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ ذات یوم قال انی رأیت البارحة عجباً رأیت رجلاً من امتی جاءه ملك الموت لیقبض روحه فجاء بره لوالدیه فرده عنه و رأیت رجلاً من امتی بسط علیه عذاب القبر فجاءه وضوءه۔ فاستنقذه من ذالك ورأیت رجلاً من امتی قد احتوشته ملائکة العذاب فجاءته

صلاته فاستنقذ ته من ایدیهم ورأیت رجلامن امتی یلهث عطشا کلما وردحوضامنع منه فجاء ہ صیامه فسقا ہ وأرواہ ورأیت رجلا من امتی یتقی وحَتّٰیٓ النارو شررها بیدہ عن وجهه فجاء ته صدقته فصارت ستراً علیٰ وجهه وظلا علیٰ رأسه ورأیت رجلا من امتی قدهوت به صحیفته من قبل شماله فجاء ہ خوفه من الله فاخذ صحیفته فجعلها فی یمینه ورأیت رجلاً من امتی قائماً علیٰ شفیر جهنم فجاء ہ وجله من الله فاستنقذہ من ذالك ومضیٰ ورأیت رجلاً من امتی علیٰ الصّراط یزحف احیانا ویحبواحیا ناً فجاء ته صلاته علیٰ فا خذت بیدہ فاقامته ومضیٰ علیٰ الصّراطِ ورأیت رجلاً من امتی انتهیٰ الیٰ ابواب الجنة فغلقت الا بواب دونه فجاء ته شهادة ان لا اِله الاالله ففتحت له الابواب وادخلته الجنة الخ ملخصا۔

"یعنی طبرانی کبیراور حکیم ترمذی نوادرالاصول میں اور اصبہانی ترغیب میں عبدالرحمٰن بن سمرہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور فرمایا: آج رات میں نے عجیب منظر دیکھا میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح کھینچنے کو آیا ہے تو اس کے والدین کے ساتھ اس کے حسنِ سلوک نے اسے روک دیا (یعنی علم الٰہی میں اس کی موت معلق تھی صحف ملائکہ میں معلق نہ تھی) اور میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جس پر عذاب قبر بچھا دیا گیا تو اس کے وضو نے آکر اسے بچالیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس سے ہانپ رہا ہے جب کسی حوض پر جاتا ہے روکا جاتا ہے تو اس کا روزہ آیا اور اسے اس نے سیراب کیا۔ اور ایک امتی کو دیکھا کہ آگ کی گرمی اور لپٹ کو اپنے چہرے سے ہاتھ کے ذریعہ بچانا چاہتا ہے تو اس کا صدقہ آیا جو اس کے چہرے کی آڑ اور سر کا سایہ بن گیا اور ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے نامۂ اعمال نے اسے بائیں جانب گرادیا ہے تو اس کا خوفِ خدا آیا اور اس نے اپنے نامۂ اعمال کو دائیں ہاتھ میں لے لیا اور ایک امتی

کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے تو اس کے پاس اس کا اللہ سے لرزنا آیا جس نے اسے بچالیا۔ اور میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر کبھی گھٹنوں کے بل اور کبھی کولھوں کے بل چل رہا ہے تو اس کا میرے اوپر بھیجا ہوا درود آیا جس نے اس کی دستگیری کی اور اسے کھڑا کر دیا تو وہ پل پر گزر گیا اور میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ جنت کے دروازوں پر پہنچا ہے تو دروازے اس پر بند ہو گئے ہیں تو کلمۂ طیبہ آیا اور اس کے لیے دروازے کھول کر اسے جنت میں لے گیا۔"

یہ حدیث ذکر کر کے علامہ سیوطی نے فرمایا:

قال القرطبی ھٰذا حدیث عظیم ذکر فیہ اعمالاً خاصۃ تنجی من اھوال خاصۃ۔

"یعنی یہ حدیث عظیم ہے جس میں خاص اعمال کا ذکر ہے جو خاص مصیبتوں سے بچاتے ہیں"۔

الحمدللہ یہ حدیث برزخ و قیامت میں عفو درگزر کی جامع ہے۔ ان احادیث کا کیا جواب ہوگا؟ ایک سوال اور پوچھ لوں۔ آگے چل کر خود کہا "وہ خود بڑا غفور رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا" یہ کھلا اقرار ہے کہ اللہ ہر گناہ کو بخشنے پر قادر ہے، خواہ وہ ہمیشہ کا گناہ گار ہو یا نہ ہو تو بھلا یہ گناہ گاروں کی تفصیل اور یہ تین صورتیں پھر شفاعت کا تیسری صورت میں حصر یہ سب پاپڑ کیوں بیلے اپنے منہ پر خود طمانچہ مار لیا کہ بے دلیل تخصیص کی تھی وللہ الحمد کفی اللہ المؤمنین القتال اسی پر بس کروں۔ ورنہ امام الطائفہ کے کلام میں معارضہ و تناقض بہت ہے۔ اور اسی طرح اس کے پیروؤں کے کلام میں ناظر منصف اسی کو دیکھ کر یہ سمجھ لے گا کہ واقعی یہ لوگ اپنی طرف سے کچھ عقیدے اور احکام نکال لیتے ہیں پھر انہیں ثابت کرنے کے لیے قرآن کی غلط تفسیر اور حدیثوں کی مہمل تاویل کرتے ہیں۔ آخر میں عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند کی بھی سنتے چلیے۔ مولانا ارشد القادری صاحب کی کتاب "زلزلہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کتاب کی ترتیب یوں ہے کہ مصنف ایک طرف تو حضرت اسمٰعیل شہید کی تقویۃ الایمان اور بعض علمائے دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھلاتے جاتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کے حق میں علم غیب اور تصرف وغیرہ کے عقیدے کو علمائے دیوبند نے شرک و بدعت اور خلاف توحید کہا ہے اور دوسری طرف یہ دکھلاتے ہیں کہ خود اپنے بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقائد علمائے دیوبند کے یہاں موجود ہیں۔'' آگے لکھا۔۔۔''ہم اگرچہ حلقۂ دیوبند ہی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ ہم دفاع کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدہر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کرسکتا۔''

آگے چل کر کہا۔۔۔۔۔''ہم اپنا دیانتدارنہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ متعدد علمائے دیوبند پر تضاد پسندی کا جو الزام دلیل وشہادت کے ساتھ اس کتاب میں عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے۔''

عامر عثمانی کا یہ مشورہ بھی ملاحظہ ہو کہ ''ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ دیدی جائے اور صاف اعلان کردیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔'' الخ

آگے چل کر قاسمی رقم طراز ہیں کہ'' قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے بہت سے علوم کی ضرورت ہے جنہیں تفسیر لکھنے والے علماء نے بیان فرمایا ہے الخ بعد میں ان علوم کا ذکر کیا ہے جو قرآن فہمی میں شرط ہیں پھر قرآن مجید سمجھنے کا غلط طریقہ بیان کیا ہے وہ یہ کہ آدمی میں شرطیں موجود نہ ہوں اور محض ترجمہ کی مدد سے مفسر بن جائے یا ہوں مگر وہ غلط عقیدہ ونظریہ کے لیے شرطوں کی مخالفت کرے ایسے کو تفسیر بالرائے کا مرتکب بتایا ہے اور اس پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔

اقول: آپ تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے بہت سے علوم کی ضرورت ہے مگر کچھ خبر بھی ہے امام الطائفہ الوہابیہ کیا کہتا ہے، سنئے وہ صاف کہتا ہے کہ۔۔

''اللہ و رسول کے کلام کو سمجھنے کے لیے بہت علم نہیں چاہیئے''۔الخ

الحمدللہ آپ نے اپنے امام کے کلام کو خود ہی رد کردیا اور اپنے کلام سے اسے ان سب وعیدوں کا مستحق بھی بتادیا کہ یہ وعید جس طرح تفسیر بالرائے کے مرتکب پر ہے بدرجہ اولیٰ اس پر بھی ہے جو اسے جائز بتائے۔ہمیں تو خوشی ہے کہ چاہ کن را چاہ درپیش کی مثل صادق آئی رہا یہ کہ کون سچا ہے آپ یا آپ کا امام اس کا فیصلہ کسی وہابی سے کرائیے۔رہا آپ کا امام احمد رضا و مولانا نعیم الدین علیہما الرحمۃ والرضوان کے بارے میں یہ کہنا:

''مگر ان کے ترجمہ کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی اعتقاد و نظریہ کو اصل قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اور جو کچھ کمی رہ گئی تھی اسے ان کے معتقد مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے حاشیہ چڑھا کر پوری کردی ہے۔'' صریح افتراء و بہتان ہے۔یہاں بھی آپ نے اپنے الزام کو دوسروں کے سر تھوپا ہے۔ابھی ابھی خوب مبرہن ہو چکا ہے کہ امام الطائفہ نے اپنے دل سے کیسے کیسے عقائد گڑھے ہیں اور انبیاء و اولیاء اور اپنے پیروں کے ساتھ کیسی دو رنگی چلا ہے اور غلط تفسیر و مہمل تاویل کے نمونے بھی گزر چکے ہیں اور آیات و احادیث کی تکذیب کی مثالیں بھی دی جا چکی ہیں۔آگے چل کر معترض ترجمہ رضویہ و تفسیر نعیمی کی خامی بیان کرنے چلا ہے۔کہتا ہے کہ:

''اس ترجمہ و تفسیر کی بنیادی خامی یہی ہے کہ مولوی احمد رضا خاں اور مولوی نعیم الدین نے قرآن مجید کے اس ترجمہ و مفہوم کو نظر انداز کردیا ہے جسے مستند مفسرین لکھتے آئے ہیں۔''

چلیے ابھی کھلا جاتا ہے کہ اس دعوے میں کتنی صداقت ہے۔اب ہم بعونہ تعالیٰ معترض کے پہلے اعتراض کا جواب دیں جو اس نے **شاھداً** کا ترجمہ ''حاضر و ناظر'' کرنے پر کیا ہے۔ **فنقول وباﷲ التوفیق** مناسب ہے کہ پہلے **شھادۃ وشاھد** وغیرہ کے جو معانی لغت میں بیان ہوئے ذکر کیے جائیں کہ **شاھد** کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔قاموس

میں ہے:

الشها دة خبر قاطع وقد شهد كعلم و كرم وقد لتسكن هاء ه وشهده كسمعه شهوداً حضره فهو شاهد وشهد لزيد بكذا أدى ما عنده من الشهادة فهو شاهد واستشهده سأله ان يشهد والشهيد وتكسر شينه الشاهد والامين فى شهادة والذى لا يغيب عن علمه شئ والقتيل فى سبيل الله لان ملئكة الرحمة تشهده اولأن الله تعالىٰ وملئكته شهود له بالجنة اولانه ممن يستشهد يوم القيامة على الامم الخالية او لسقوطه على الشاهدة اى الارض او لانه حى عند ربه حاضر اولانه يشهد ملكوت الله وملكه واشهد بكذا اى احلف وشاهده عاينه وامراة مشهد حضر زوجها والتشهد فى الصلوٰة والشاهد من اسماء النبى ﷺ واللسان والملك ويوم الجمعة والنجم وما يشهد على جودة الفرس من جريه ومن الامور السريع وصلوٰة الشاهد صلوٰة المغرب والمشهود يوم الجمعة ويوم القيامة اويوم عرفة وشهد الله انه لا اله الا الله اى علم الله او قال الله او كتب الله واشهد ان لا اِله الاِ الله اى اعلم وأبين واشهده احضره والجارية حاضت وادركت و اشهد مجهولاً قتل فى سبيل الله كاستشهد والمشهد ة والمشهد ة محضر الناس وشهود الناقة آثار موضع منتجها من دم او سلیٰ اھ ملتقطا من القاموس۔

ناظر دیکھیے۔ شہادت۔ شہود، شاہد۔ شہید کے معانی میں حضور غالب ہے۔ ہم ان معانی کو ذیل میں درج کریں:

شهد و شهده حاضر ہوا۔ **شاهد**۔ حاضر شهد لزيد بكذا زید کے لیے گواہی دی۔ شہادت کے لیے حضور ضروری۔ فقہائے کرام کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ تنویر و درمختار

کی عبارتیں عن قریب آتی ہیں۔ شہید شاہد۱ شہادت ۲ میں امانت والا جس کے علم ۳ سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں قتل ۴ ہونے والا (اسے شہید اس لیے کہتے ہیں کہ ملائکہ رحمت اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا اس لیے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس کے لیے جنتی ہونے کے گواہ ہیں یا اس لیے کہ وہ اگلی امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہوگا یا اس لیے کہ وہ شاہدہ (زمین) پر گرتا ہے (زمین کو شاہدہ کہا گیا اس لیے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دے گی **قال تعالیٰ یومئذ تحدث اخبارھا** اس کے تحت تفسیر عزیزی میں ہے:

"آں روز باوجود شدت زلزلہ وکمال بے تابی وبے قراری سخن گوید زمین از خبر ہائے خود یعنی اعمال بنی آدم را اظہار کند وبگوید کہ فلاں کس برمن نماز گذاشت وروزہ داشت و کارہائے نیک کرد وفلاں کس خون ناحق کرد وزنا بعمل آورد ودزدی نمود الخ"۔

یا اس لیے کہ رندہ ہے اور اپنے رب کے حضور میں ہے یا اس لیے کہ وہ اللہ کی ملکوت و ملک کا مشاہدہ کرتا ہے **شاھدہ عاینہ** کسی چیز کا مشاہدہ ومعائنہ کرنا **امرأۃ مشھد** وہ عورت جس کا شوہر حاضر ہو۔ **شاھد** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام (اسی میں تمہیں نزاع ہے) نیز فرشتہ یوم جمعہ ۱ [یہاں شاہد بمعنی مشہور ہے کما لا یخفیٰ منہ] ستارہ ۲۔ [ستارہ کو شاہد کہا گیا اس لیے کہ وہ آلہ ہے شہود طریق کا جس طرح کہ زبان کو شاہد کہا گیا اس لیے کہ وہ آلہ ہے شہادت کا واللہ تعالیٰ اعلم منہ] گھوڑے کی جودت کی علامت ہے جسے مجازاً شاہداً کہا گیا۔ جلد ہونے والا کام اسے بھی مجازاً شاہد بمعنی حاضر سے تعبیر کیا گیا گویا وہ جلد ہونے کی وجہ سے حاضر ہی ہے۔ **صلوٰۃ الشاھد** مغرب کی نماز **المشھود**۔ جمعہ یا عرفہ یا قیامت کا دن **واشھدہ** کسی کو حاضر کرنا۔ **اشھدت الجاریۃ** لڑکی کا بلوغ کو پہنچنا۔ **المشھدۃ**۔ لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ دیکھو ان تمام معانی میں حضور ملحوظ ہے اور یہ معانی لغت میں غالب ہیں تو **لاجرم** شہود کا حقیقی معنی حضور ٹھہرا اس لیے کہ یہی معنی عند الاطلاق متبادر ہوتے ہیں اور تبادر امارات حقیقت سے ہے جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار سے مستفاد ہے اور نسمات الاسحار حاشیہ منار للشامی میں ہے: **التبادر من امارات الحقیقۃ ملتقطاً** لہٰذا کہنے دو کہ شاہداً کا

ترجمہ حاضر و ناظر ٹھیک لغوی معنیٰ کے مطابق ہے بلکہ شرعاً بھی یہ اس کا حقیقی معنیٰ ہے۔ اس لیے قرآن عظیم میں جا بجا شہود کے مشتقات بمعنی حضور وارد ہیں۔ **فمن شھد (حضر) منکم الشھر الآیۃ** جو رمضان کو پائے تو اس مہینے کے روزے رکھے **ویشھد عذابھما الاٰیۃ** اور زانی مرد و عورت کے کوڑے مارے جانے کو مسلمانوں کی ایک جماعت آکر دیکھے۔ **ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت** کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی۔ **کنت شھیداً علیھم الاٰیۃ (رقیبا امنعھم مما یقولون)** جلالین میں یعنی عیسیٰ علیہ السلام ان پر نگہبان تھا۔ جب تک ان میں تھا۔ للہ الحمد۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ شہود بمعنیٰ حضور حقیقت لغویہ ہی نہیں بلکہ شرعیہ بھی ہے بلکہ پچھلی آیت نے تو خاص **شاھداً** کا فیصلہ کر دیا کہ جب **شھیداً** بمعنیٰ نگہبان ٹھہرا اور اس کے لیے حضور ضروری اور وہ اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے **کما لا یخفیٰ** تو **شاھداً** بھی بمعنیٰ نگہبان و حاضر ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ حاضر شاہد کا اسلامی معنیٰ ہے اور عباراتِ علمائے کرام سے عن قریب مزید ظاہر ہو جائے گا۔ اب ذرا یہ بتائیے کہ آپ کا اسے امام احمد رضا کا ذاتی نظریہ قرار دے کر ان پر کھلی خیانت کا الزام لگانا اور اس کے اسلامی معنی ہونے سے انکار کرنا کس درجہ کی بدترین خیانت ہے جسے آپ نے اس کے سر دھرا ہے جس کا دامن بحمدہٖ ہر خیانت سے پاک ہے یہ تو تمہیں اور تمہارے امام ہی کو مبارک ہو جس نے اپنے گڑھے ہوئے عقائد کے لیے کتنی آیات و احادیث کو جھٹلایا اور اپنے مہا خائن ہونے کا ثبوت دیا۔

آگے آپ یوں گویا ہوئے ہیں: ''اس ترجمے میں لفظ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے جبکہ یہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے'' یہ آپ نے کیسے کہہ دیا کیا جناب نے تمام تفاسیر دیکھ لی ہیں اگر ایسا ہے تو ڈبل خیانت مبارک ہو کہ جناب نے ان تفسیروں کی عبارتوں کو نظر انداز کر دیا جن سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا اور پھر منہ بھر کے یہ جھوٹ بول دیا کہ ''یہ تمام مفسرین کی تفسیر کے خلاف ہے'' تمام مفسرین تو تمام مفسرین کسی ایک معتمد سنی صحیح العقیدہ مفسر کی تفسیر کے خلاف ثابت کر دکھاؤ اور اگر نہیں دیکھیں تو یہ قرآنی فتویٰ مبارک ہو **الا لعنۃ اللہ علیٰ**

الکاذبین پھر یہ امر کس قدر دل چسپ ہے کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو ترجمے، ترجمہ شاہ رفیع الدین و ترجمہ شاہ عبد القادر پیش کیے ہیں۔ کیا جناب کے نزدیک ترجمہ وتفسیر کا مفہوم ایک ہی ہے اور اس سے زیادہ پر لطف آپ کا یہ کہنا کہ ''شاہ صاحب نے بھی شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہیں کیا ہے بلکہ گواہ کے مرادف بتانے والا کر کے یہ سمجھایا ہے کہ نبی اکرم اس معنیٰ میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔''

اولاً بتانے والا گواہ کے مرادف ہرگز نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بتانے والا عام ہے گواہ وغیر گواہ دونوں کو شامل ہے اور گواہ خاص ہے تو یہاں وحدت معنیٰ من کل وجہ متحقق نہیں اور مترادفین میں وحدت معنیٰ من کل وجہ کا اعتبار ہے۔ علامہ عبد الحق خیر آبادی علیہ الرحمہ شرح مرقات میں فرماتے ہیں: **المعتبر فیھما وحدۃ المعنیٰ من کل وجہ فالمتحد ان لا من کل وجہ کالناطق والفصیح لیسا مترادفین** مگر شاہ صاحب علیہ الرحمہ چونکہ امام الطائفہ کے بزرگوں میں ہیں اس لیے ان کی بات بتانے کے لیے اپنے مبلغ علم کے مطابق کچھ کہنا ضرور تھا۔

ثانیاً بتانے والا گواہ کے مرادف ہے اس پر کسی مستند کی شہادت اگر نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہرگز نہ لاسکو گے تو یہ سنتے چلو کہ تم تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مستند تفسیروں کی مخالفت کا الزام دیتے تھے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ تمہارے زعم پر تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا دامن بھی اس سے داغدار ہے **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

ثالثاً یہ ایک ہی رہی کہ ''نبی اکرم اس معنیٰ میں گواہ ہیں کہ آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں'' کیوں صاحب گواہ بایں معنیٰ کس لغت میں آپ نے دیکھا۔ آیا کسی عالم کا یہ قول ہے یا بات یہ ہے کہ آپ خود ہی چلتی پھرتی لغت ہیں یا بات یہ ہے کہ گواہ میں جناب نے حضور ضروری سمجھا تو اندھیرے میں یہ دور کی سوجھی کہ کسی طرح سرکار کے حاضر ہونے کا انکار ہو جائے مگر یہ تو بتائیے کہ جس نے راستہ دیکھا ہی نہ ہو وہ کیا راستہ بتائے گا۔ ایمان والے تو یہی

سمجھتے ہیں کہ سرکار راہ دیدہ منزل شناس ہیں۔ ہاں کوئی کسی اندھے کے پیچھے ہولے تو اور بات ہے **کل حزب بما لدیھم فرحون**۔ پھر آپ نے بیضاوی و خازن و ابن کثیر و نسفی کے ارشادات کو نقل کر کے یوں منہ کھولا ہے:

''مسلمانو سوچو بلند پایہ مفسرین شاہد کے معنیٰ گواہ لے رہے ہیں دوسری آیتوں سے مطابقت بھی اسی کے معنیٰ مراد لینے میں ہے مگر فاضل بریلوی سب کے خلاف محض اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے **شاھداً** کا ترجمہ حاضر و ناظر کر رہے ہیں''۔ **الخ ھذیانہ**۔

اقول:۔ یہ سارا واویلا بیکار ہے۔ **اوّلاً** اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ **شاھداً** سے محض گواہ بلا لحاظ معنیٰ دیگر مراد ہے تو تمہیں کیا مفید اور ہمیں کیا مضر۔ اجی گواہ کے لیے بھی تو حضور ضروری۔ فقہائے کرام کے ارشادات دیکھنے کی فرصت نہ ملی ہو تو ہم سے سنو تنویر الابصار و در مختار میں ہے: **وشرائط التحمل ثلثة۔ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینة المشھود بہ** اسی میں ہے: **ورکنھا لفظ اشھد لا غیر لتضمنه معنی مشاھدة** ردالمحتار میں اس کے تحت ہے **وھی الاطلاع علی الشئی عیاناً**۔ نیز آگے اسی میں ہے: **ولا یشھد احد بما لم یعاینه بالاجماع**۔

دیکھو یہ عبارتیں تصریح فرما رہی ہیں کہ شہادت میں بینائی اور امر مشہود بہ کو آنکھوں دیکھنا شرط ہے اور صاف بتا رہی ہیں کہ معاینہ مشہود بہ اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جائز نہیں۔ اسی لیے اس کا رکن لفظ اشہد ٹھہرا کہ وہ مشاہدہ و معاینہ کو متضمن ہے **لاجرم** ثابت کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں تو جو شاہد مانے گا وہ ضرور حاضر مانے گا اور تم نہیں مانتے تو بولو کہ **شاھداً** کے منکر ہوئے کہ نہیں ضرور ہوئے تو پھر کس منہ سے بے گناہوں پر مخالفت کی تہمت دھرتے ہو۔ کیا قرآن کو ماننا اسی کا نام رہ گیا ہے کہ نام کو لفظ بولے جاؤ اور معنیٰ کا انکار کیے جاؤ۔ یہیں سے ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر مفسرین کی مخالفت کا الزام محض بہتان ہے وللہ الحمد۔ **ثانیاً** تمہاری ہی منقولہ عبارتوں سے ظاہر کہ یہاں **شاھداً علی الناس۔ علیٰ من بعث الیھم** محض گواہ کے معنیٰ میں نہیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مومن وکافر دونوں کے اعمال کے گواہ ہیں تو باعتبار مؤمنین کے **شاھدا** کا صلہ **لھم** اور باعتبار کفار کی **علیھم** ہونا چاہئے اور یہاں **من بعث الیھم** مطلق فرمایا **لا جرم** یہاں **رقیبا** کے معنیٰ کی تضمین ماننا پڑے گی کہ سب کے لحاظ سے شاہداً کا **علیٰ** کے ذریعہ متعدی ہونا صحیح ہوجائے۔تمہاری ہی مبلغ علم تفسیر بیضاوی میں ہے:

وھذہ الشھادۃ وان کانت لھم لکن لما کان الرسول علیہ السلام کالرّقیب المھیمن علیھم عدی بعلیٰ اور تفسیر نسفی میں ھے: لما کان الشھید کالرقیب جئی بکلمۃ الا ستعلاء کقولہٖ تعالیٰ کنت انت الرقیب علیھم۔

دیکھو یہ دونوں علماء صاف بتارہے ہیں کہ اگرچہ شہادت مومنین کے لیے ہے تو صلہ لام ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی امت پر رقیب ونگہبان ہیں اس لیے **علیٰ** سے متعدی کیا گیا لہذا کہنے دو کہ اسی لیے مفسرین کرام نے نگہبانی کوملحوظ رکھتے ہوئے مطلقا **علیٰ من بعث الیھم** فرمادیا **لا جرم** علامہ ابوالسعود نے اسی لیے فرمایا:۔ترجمہ

”یعنی ہم نے بھیجا، گواہ ان لوگوں پر جن کے لیے تجھے نبی بنایا گیا کہ تو ان کی حالتوں پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی تصدیق وتکذیب وہدایت وگمراہی کی شہادت کا حامل ہے اور قیامت کے دن تو اس شہادت کو ادا فرمائے گا“

بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شہید بھی ہیں اور اپنی اپنی امت پر نگہبان ورقیب بھی ہیں اور دونوں وجوہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حاضروناظر ہونا ظاہروباہر **وللہ الحمد** اسی لیے تفسیر کبیر میں فرمایا:

ثالثھا انہ شاھد فی الدنیا باحوال الاٰ خرۃ من الجنّۃ والنّار والصراط والمیزان وشاھد فی الاٰ خرۃ با حوال الدنیامن الطاعۃ والمعصیۃ والصلاح والفساد۔

”یعنی تیسری توجیہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دنیا میں آخرت کے احوال پر یعنی (جنت و

دوزخ و پل صراط و میزان) حاضر ہیں اور آخرت میں دنیا کے احوال طاعت و معصیت و صلاح وفساد پر حاضر ہیں۔"

دیکھو کیسی صریح عبارتیں ہیں کہ سرکار حاضر و ناظر ہیں۔ یہیں سے ظاہر کہ جسے تم اپنی دلیل سمجھے تھے وہ تو ہماری دلیل ہے **وللہ المنۃ** -- اب بتایئے جن نصوص سے حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا اثبات ہوا نہیں۔ اس کی نفی کی دلیل بنانا خصم کا مال ہتھیانا نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ پھر اسی کے سر خیانت کا الزام چوری اور سینہ زوری ہی تو ہے۔ کہنے کو تو کہہ دیا مگر یہ نہ سوچا کہ یہ الزام کسے کسے لپیٹے گا اور سنو علامہ طاہر فتنی **مجمع بحار الانوار** میں انا فرطکم فانا شھیدٌ کی توجیہ میں فرماتے ہیں:

ای اشھد علیکم باعمالکم فکانی باق معکم۔

"یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو میں تمہارے ساتھ باقی ہوں"۔ نیز اسی میں ہے: --"میں ان شہیدوں کے لیے کل گواہی دوں گا یعنی ان کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ انہوں نے اپنی جانیں اللہ کے لیے دیں مطلب یہ ہے کہ میں ان کا نگہبان ہوں کہ ان کے احوال پر نظر رکھتا ہوں اور انہیں معاصی سے بچاتا ہوں۔ نیز اسی میں ہے:

والشاھد من اسماء صلی اللہ علیه وسلم لانه یشھد للانبیاء بالتبلیغ ویشھد علیٰ امته ویز کیھم اوھو بمعنی الشاھد للحال کانه الناظر الیھا۔

"یعنی نبی کریم ﷺ کا نام شاہد ہے اس لیے کہ وہ قیامت میں انبیاء کے لیے تبلیغ کی گواہی دیں گے اور انہیں عدل (صالح شہادت) فرمائیں گے یا اس معنیٰ کر کہ حضور ﷺ حال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔"

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ بولو کس کس کا عقیدہ غلط بتاؤ گے اور اگر یہ خیانت ہے تو بولو کسے کسے خائن بتاؤ گے اور سنو علامہ اسمٰعیل حقی رومی تفسیر روح البیان میں ویکون الرسول علیکم شھیداً کے تحت فرماتے ہیں:

"ومعنی شھادۃ الرّسول علیکم اطلاعه علیٰ رتبة کل متدین بدینه وحقیقته التی ھو علیھا من دینه وحجابه الذی ھو محجوب عن کمال دینه فھو یعرف ذنوبھم وحقیقة ایمانھم واعمالھم و حسناتھم وسیئاتھم واخلاصھم ونفاقھم وغیر ذلك بنور الحق۔"

شاہ عبدالعزیز صاحب فتح العزیز میں بعینہٖ یہی فرما رہے ہیں۔

ترجمہ:"یعنی قیامت میں تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے اس لیے کہ وہ مطلع ہیں نورِ نبوت سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبہ پر کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب جس کی بدولت وہ ترقی سے مجوب رہا کیا ہے تو وہ جانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے درجات ایمان کو اور تمہارے اچھے بُرے اعمال کو اور تمہارے اخلاص ونفاق کو لہٰذا ان کی شہادت امت کے حق میں دنیا وآخرت میں بحکم شرع مقبول وواجب العمل ہے۔"

اب بتاؤ شاہ صاحب کے عقیدے ودیانت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بحمدہٖ تعالیٰ عبارات علمائے کرام سے مسئلہ خوب روشن ہوگیا اور از آنجا کہ کسی عبارت میں خلاف کی حکایت نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان اجماعی ہے ہم نے جو عبارتیں لکھیں وہ معترض کی عبارتوں کے علاوہ ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے یہ ثابت کیا کہ وہ تمام عبارمیں ہمارے مدعی کی واضح دلیل ہیں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ معترض ایسے مسئلہ میں خلاف کرتا ہے اور بے گناہ پر خیانت اور جمہور کے عقیدے کی مخالفت کا الزام دھرتا ہے اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ یہ الزام کس کے سر ہے رہی یہ بات کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اگر اس میں معترض کو اب بھی شک باقی ہے تو شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی یہ شہادت بھی سنتا چلے۔ وہ اقرب السبل میں فرماتے ہیں:

"وباچندیں اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ در علماء امّت است یک کس دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر وناظر وبر طالبان حقیقت راو متوجہاں آنحضرت را مفیض ومربی است۔"

اب آنکھوں کی پٹی اتار کر بغور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو کہ یہ شیخ محقق کیسا صاف تحریر فرمارہے ہیں کہ اس میں کسی کو خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حیاتِ حقیقی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ نہ تاویل کا وہم دائم و باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں کہ ان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طالبان حقیقت اور متوجہان درگاہ کے لیے فیض رساں اور مربی ہیں۔ مگر تم سے بعید نہیں کہ تم یہ سب دیکھ کر بھی اوندھے ہو جاؤ کہ آخر تمہارا امام الطائفہ تقویت الایمان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ جھوٹ دھر چکا:

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ صفحہ ۵۵

خیانت اسے کہتے ہیں کہ احادیث وارشادات علماء کو ہضم کر کے یہ کہا اور اسے جان دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کر دیا **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

اچھا اگر حاضر و ناظر تمہاری چڑ ہے تو یہی سہی۔ تمہاری ہی منقولہ عبارت اخیرہ میں یہ فقرہ وارد ہے **وقیل شاھدعلی الخلق** اور کہا گیا کہ خلق پر حاضر ہیں۔ اس فقرہ کے بارے میں کچھ اور سہی ؎

دلِ اعداء کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

سگ رضا انہیں سے اکتساب فیض کر کے کہتا ہے۔ **اوّلاً** فقرہ جناب کے نزدیک لائق استناد ہے کہ نہیں **ثانیاً** مستند ہے تو سبحان اللہ چشم ماروشن ودل ماشاد اور مستند نہیں ہے تو کیوں جبکہ آپ یہ تمام عبارتیں اس دعویٰ پر لائے ہیں کہ آیت میں **شاھداً** بمعنی گواہ وارد ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنی لیاقتِ علمی سے جناب نے گواہ کو حاضر کے منافی سمجھ لیا اور آیتوں میں مطابقت کا حصر اس معنی پر کر دیا **ثالثاً** مستند ہونے کی تقدیر پر یہ بتاتے چلو کہ مخلوق پر سرکار کے شاہد ہونے کے کیا معنی ہیں **رابعاً** حاضر تو چڑ ہے تو لامحالہ گواہ کہو گے اور مخلوق پر گواہ ہونے کے کیا معنیٰ یہی نا کہ سرکار گواہ ہیں کہ ہر شے سرکار کی رسالت کا اقرار کرتی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت اور گواہ میں حضور اصل اور اصل سے بے دلیل عدول ناجائز تو اب مخلوق

پر گواہ ماننے سے لامحالہ حاضر علی الخلق ماننا لازم۔اب بتایئے کہ جس سے بھاگے وہیں پلٹے کہ نہیں۔اسی کو کہتے ہیں: **الفرار علیٰ مامنہ الفرار وللہ الحمد والمنۃ علیٰ اتمام الحجۃ واکمال النعمۃ**۔ **خامساً** عجب نہیں کہ اصل سے عدول کر جائیں اور یوں منہ کھولیں کہ حضور کوئی ضروری نہیں۔ہوسکتا ہے کہ سرکار دور ہی سے سن لیں یا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ شاہد ہوں۔میں کہوں گا کہ دور ہی سے سن لینے کی ٹھہراؤ گے تو وہ دیکھو سر پر تقویۃ الایمانی شرک سوار ہوتا ہے۔"جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہی کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کرے پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے کوئی حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جبھی ان کو اس طرح سے پکارا۔" اور حضور کی نفی جب بھی نہ ہوگی کہ دور سے سننے کے لیے لامحالہ روح کا اتصال ضروری اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نورانیت اور روحانیت سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں رہی دوسری شق یعنی اعلام الٰہی سے شاہد ہونا۔

اقول:۔حاضر کردینا بھی تو اعلام الٰہی کی ایک شکل ہے تو اعلام الٰہی کو اس حضور کے ماسوا میں حصر کرنا کیا معنیٰ حالانکہ شاہد ہونے کے لیے حاضر ہونا اصل ہے۔

سادساً کوئی دور نہیں کہ کہہ بیٹھو کہ یہ قول ہمارا مستند کیوں ہو کہ اسے **(قیل)** سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس قول کو **قیل** سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہوتا ہے۔

اقول:۔یہ کوئی کلیہ نہیں کہ جس کو **قیل** سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہی ہو بعض مرتبہ عدم شہرت کی بنا پر **قیل** کہہ دیتے ہیں حالانکہ قول ضعیف نہیں ہوتا۔جلالین میں آیت کریمہ **من کان یظن ان لّن ینصرہ اللہ فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع الآیۃ** کے معنیٰ یہ بتائے کہ جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ہرگز نہ فرمائے گا تو وہ اپنے گھر کی چھت میں رسی لٹکائے اور اسے اپنی گردن میں باندھ کر خود کو پھانسی دے لے اس

پر صاوی نے فرمایا۔ ترجمہ: ''یعنی پہلا طریقہ آیت کی تفسیر میں مشہور ہے اسی لیے مفسر اسی پر چلے اور کہا گیا ہے کہ جسے گمان ہو کہ اللہ ہر گز محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا تو کوئی تدبیر کرے کہ آسمان تک پہنچ جائے پھر ان سے نصرت کو بند کر دے اور دیکھ لے کیا اس کی تدبیر اس کے غیظ کو دور کر دے گی۔''

کسی عاقل کے نزدیک یہ تفسیر ضعیف نہیں بلکہ بہت مناسب ہے اسی لیے علامہ صاوی نے صرف یہی اشارہ کیا کہ یہ معنی مشہور نہیں ہیں اور اسے ضعیف نہیں بتایا اور کبھی قولِ احسن کو بھی **قیل** سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اسی صاوی میں ہے:

قوله (زائدة) الحاصل ان من الاولیٰ ابتدائیة والثانیة فیها ثلثة اوجه قیل زائدة وقیل ابتدائیة وقیل تبعیضیة وهو الاحسن۔

دیکھو یہاں اقوال مختلفہ کو **قیل** سے تعبیر کیا اور قول آخر کو احسن بتایا جس سے صاف ظاہر کہ اس کا مقابل قول ضعیف نہیں اس لیے کہ **احسن** کا مقابل **حسن** ہوتا ہے نہ کہ ضعیف۔ معلوم ہوا کہ یہ کلیہ نہیں کہ جس قول کو **قیل** سے تعبیر کیا جائے وہ ضعیف ہو۔ تو محض بلا دلیل **قیل** سے تمسک کر کے اس قول کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ اور وہ کیوں کر ضعیف ہوگا جب کہ اجلۂ علماء یہ فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر اور اپنی روحانیت مقدسہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ علامہ صاوی **وسراجاً منیراً** کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **یحتمل ان المراد بالسراج الشمس وهو ظاهر ویحتمل ان المراد به المصباح وحینئذٍ یقال انما شبه بالسراج ولم یشبه بالشمس مع ان نورها اتم لان السراج یسهل اقتباس الانوار منه وهو ﷺ یقتبس منه الانوار الحسیة والمعنویة۔**

''یعنی احتمال ہے کہ سراج سے مراد آفتاب ہوا اور یہ ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد چراغ ہو۔ اس وقت یہ کہا جائے گا کہ سراج سے تشبیہ دی اور آفتاب سے نہ دی حالانکہ اس کا نور اتم ہے اس لیے کہ چراغ سے انوار لینا آسان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

انوار حسی و معنوی لیے جاتے ہیں۔ علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں: ترجمہ ''یعنی چمکتا آفتاب اس میں یہ عظیم تنبیہ ہے کہ سورج انوار حسیہ میں سب سے بلند ہے اور تمام اس سے مستفیض ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام سب انوار معنویہ سے افضل ہیں اور باقی ان سے مستفید ہیں اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کا واسطہ اور دائرۂ کائنات کے مرکز ہونے کا حکم رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث اوّل ما خلق اللہ نوری (اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا) سے مستفاد ہے۔''

شفا و مطالع المسرات میں کعب احبار و سعید بن جبیر و سہل بن عبداللہ تستری سے مروی کہ مثل نورہ الخ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں: واللفظ للمطالع قال کعب و ابن جبیر و سھل بن عبد اللہ المراد با لنور الثانی ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقولہ تعالیٰ مثل نورہ أی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحقیقۃ النور ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ۔ ''یعنی اللہ کے قول مثل نورہٖ کا معنیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی مثال الخ اور نور کی حقیقت یہ ہے کہ خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔'' اسی مطالع المسرات میں ہے: ترجمہ ''یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہی سے تمام انوار خواہ آپ کی صورت ظاہری سے سابق ہوں یا اس سے لاحق ہوں لیے گئے بغیر مانع و حجاب و بے کلفت اور جتنا بھی حضور کے نور سے اقتباس کیا جائے وہ نور کچھ نہیں گھٹتا اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضور کے نور سے استمداد نا پید نہ ہوئی بلکہ وہ تو ہر سابق و لاحق میں فضل کے چراغ ہیں تو ہر ضیا ان کی ضیا سے صادر ہوتی ہے۔''

نیز شرح شفا مّلا علی قاری میں ہے: وقد انکشف بہ الحقا ئق الا لٰھیۃ والا سرار الاحدیۃ والا ستارا الصمدیۃ وبہ اشرقت الکائنات وخرجت عن حیّز الظلمات۔

''یعنی حضور کے دم سے حقائق الٰہیہ و اسرارِ ربانیہ و رموز صمدانیہ ظاہر ہوئے اور انہیں کے نور سے کائنات روشن ہوئی اور عدم کی ظلمتوں سے نکلی۔'' ناظرین کرام دیکھیں کہ یہ

عبارتِ علمائے کرام صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ حضور وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے۔ اسی لیے علمائے کرام نے فرمایا کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ذرّے ذرّے میں جاری وساری ہے اوراس کی ادنیٰ مثال محسوسات میں آفتاب ہے کہ وہ تمام اجرام نیرہ میں اعلیٰ ہے اور چاند ستارے سب اسی سے روشن ہوتے ہیں سب میں اسی کا نور جاری ہے اور اسی کی روشنی متعدجگہ بیک وقت حاضر ہوجاتی ہے، پھراس ذات مقدسہ کے حاضر وناظر ہونے میں کسے شک ہوسکتا ہے جس کے نورمعنوی سے نہ صرف سورج بلکہ کائنات ظاہر ہوئی کیا ان بصیرت کے اندھوں کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج سے بھی کم ہیں یا سورج ان کے نزدیک خدا ہے۔ **والعیاذ با اللہ العلی العظیم** بھلاجس کے نور سے کائنات پیدا ہوا اور جس کا نور سارے جہاں میں جلوہ گر ہوا سے روحِ کائنات کے سوااور کیا کہا جائے اسی لیے تواس کے اسماءِ طیّبہ میں **روح الحق** وارد ہوا۔ اس پر امام علام محمد بن مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی کا کلام سننے کے قابل ہے:

و روحه ﷺ هو انسان عين الارواح وابوها واس وجودها واول صادر عن الله عز وجل وايضاً هو ﷺ روح الله الموضوع فى الوجود الذى لو به قوامه وتباته ولولاه لا ضمحل وذهب۔

''یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح تمام روحوں کی آنکھ کی پتلی اوران کی اصل اوران کے وجود کی بنیاداوراللہ کی پہلی مخلوق ہے اورنیز حضور علیہ السلام اللہ کی روح ہیں جو وجود میں وضع کی گئی ہے جس سے اس کی بقاہے اگر حضور نہ ہوں تو عالم فنا ہوجائے۔''

امام احمد رضا فرماتے ہیں ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

بھلا جب وہ کائنات کی روح ٹھہرے اورقالب کی زندگی کے لیے روح کا تن میں حاضر ہونا ضروری تو لامحالہ وہ ضرور حاضر وناظر ہیں بلکہ افرادممکنات میں ان کی حقیقت جاری

وساری ہے جیسا ہے کہ عنقریب شیخ محقق کی شہادت اس پر گزرے گی تو اب کوئی پاگل ہی کہے گا کہ میرے جسم میں میری جان نہیں۔ علمائے کرام شارع علیہ السلام کے امین ہیں۔ میزان شعرانی میں ہے۔ **العلماء امنا ألشارع** اور ظاہر کہ ان ارشادات میں رائے کو دخل نہیں تو **لاجرم** یہ ارشادات اقوال صحابہ کا مفاد ہوئے۔ اور اصول حدیث میں مقرر ہوا کہ صحابی کا وہ قول جس میں رائے کو دخل نہ ہو وہ حدیث مرفوع (حدیث رسول) کے حکم میں ہے۔ اب ایک صحابی جلیل کی تصریح بھی سنتے چلیے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب عم رسول علیہ السلام نے حضور کی مدح میں آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

من قبلها طبت فی الظلا ل

وفی مستود ع حیث یخصف الورق

ثم هبطت البلاد لا بشر

انت ولا مضغة ولا علق

بل نطفة ترکب الشفین وقد

الجمر نسراً واهله الغرق

تنقل من صالب الی رحم

ذا مضی عالم بدا اطبق

وانت لما ولدت اشرقت

الارض ونارت بنورك الافق

فنحن فی ذٰلك الضیاء

وفی النوروفی سبیل الرشاد نخترق

''یعنی حضور آپ دنیا سے پہلے جنت کے سایوں میں اور صلب آدم میں طیب وطاہر تھے۔ پھر حضور دنیا میں آئے --اس وقت حضور نہ بشر تھے نہ مضغۂ گوشت نہ جما ہوا خون بلکہ صلب نوح علیہ السلام میں نطفہ تھے۔ جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوا جبکہ نسر صنم اور اس

کے پجاریوں کو طوفان نے گھیر لیا تھا۔ حضور آپ منتقل ہوتے رہے صلب سے رحم میں۔ جب ایک نسل گزرتی دوسری ظاہر ہوتی، اور جب آپ پیدا ہوئے زمین آپ کے نور سے جگمگا اٹھی اور آسمان منور ہو گئے۔ تو ہم اسی ضیا اور اسی نور اور رشد و ہدایت کے رستے میں داخل ہو رہے ہیں۔"

یہ ارشاد دو وجہ سے حدیث مرفوع کا حکم رکھتا ہے۔ ایک تو یہی کہ اس میں رائے کو دخل نہیں اور صحابی کا ایسا قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ اشعار حضور کے سامنے حضور کی اجازت سے پڑھے گئے۔ شرح شفا میں ہے: ترجمہ

"یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان شعروں کو ابوبکر شافعی اور طبرانی نے روایت کیا۔ خزیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ تو میں ان کے حضور میں آیا جب حضور علیہ السلام تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ میں اسلام لایا اور میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سنا: یا رسول اللہ! میں حضور کی مدح سرائی کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہو اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔"

معلوم ہوا کہ یہ اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھے گئے اور جو قول و فعل حضور کے عہد مبارک میں ہو پھر حضور اسے مقرر رکھیں وہ محدثین کے نزدیک حضور علیہ السلام کی حدیث قرار پاتا ہے کما صرّحوا به فی اصول الحدیث تولا جرم یہ ارشاد عباسی حدیث نبوی ہوا جس سے صاف معلوم ہوا کہ وہی نور دنیا سے پہلے جنت میں تھا پھر اسی نور کا لمعہ اپنے آباء کرام و امہاتِ عظام کے اصلاب و ارحام میں چمکا اور اسی نور کے جلوؤں نے آسمان و زمین کو جگمگایا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اب تو حضور علیہ السلام کی حدیث تقریری سے ثابت ہو گیا کہ سرکار اپنی روحانیت سے حاضر و ناظر اور اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں۔ تم تو امام احمد رضا کو خیانت کا الزام دیتے تھے۔ اب بتاؤ یہ دریدہ دہنی کہاں تک پہنچی۔ مگر کوئی عجب نہیں کہ تمہارے امام کا شرک بھی تمہارے الزام کی طرح خدا و رسول کو بھی نہیں چھوڑتا چنانچہ ہم اس کی مثالیں دے چکے اجی آپ کہاں ہیں حضور کی روحانیت مقدسہ تو اس مقام

کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہے جسے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر ائمۂ اعلام مرتبہ جمع وفرق سے تعمیر کرتے ہیں۔ شیخ محقق نے مدارج النبوۃ میں فرمایا:

''وانشراح صدر مقامیست عالی کہ بتمامہ وکمال جز درذات بابرکات آنحضرت سید السادات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات وجود وثبوت ندارد وکمل اولیارا نیز از ارباب تمکین بقدر ادراک بہ شرف متابعت وے نصیبہ ازاں حاصل است وازاینجا گفتہ اند کہ الصوفی کائن بائن نہ ازفرق درجمع ایشاں خللے چنانکہ مجوباں رابا شدونہ جمع رابروفرق غلبہ چنانکہ مجزوباں رابود اھ

''یعنی شرح صدروہ مقام عالی ہے کہ یہ تمام کمال حضور ہی کی ذات میں موجود ہے اور اولیائے کاملین ارباب تمکین کو بھی حضور کے شرف پیروی سے اس مرتبہ سے بہرہ حاصل ہے اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ صوفی شامل بہ خلق واصل بہ خالق ہوتا ہے نہ ان کے شمول سے ان کے وصول میں خلل ہو جیسا کہ محروموں کے لیے ہوتا ہے نہ وصول کو شمول پر غلبہ جیسا کہ مجذوبوں کے لیے ہوتا ہے۔''

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ سرکار بوجہ اتم واکمل بارگاہ الٰہی میں حضور سے موصوف ہیں اور حضور کی روح پاک مخلوق میں بھی حاضر ہے۔ ہم اس قول کی تائید میں شفا سے حدیث ذکر کریں:

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی ﷺ کانت روحہ نوراً بین یدے اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق اٰدم بالفی عام یسبح ذٰلک النور وتسبح الملئکۃ بتسبیحہ۔

''یعنی حضرت ابن عباس سے مروی کہ حضور علیہ السلام کی روح اللہ کے حضرت قربت میں نور تھی آدم کی پیدائش سے دوہزار سال پہلے یہ نور تسبیح کرتا اور ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے۔''

اسی لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حضرۃ اللہ کہا گیا۔ عارف جزولی نے دلائل

الخیرات میں فرمایا واما م حضر تك یعنی درود بھیج اے اللہ اپنی بارگاہ کے امام پر۔اس پر علامہ فاسی مطالع المسرات میں فرماتے ہیں:

(امام حضرت)الذی ھوالمقتدی بہ والمتمسك بہ باسبابہ فی الوصول الی محل قربك ومشاھد تك والحضرۃ ماخوذۃ من الحضور والاضافۃ علیٰ معنی فی کامام المسجد۔الخ

''یعنی جو تیرے محل قرب و مشاہدہ تک پہنچنے کے لیے مقتدا ہیں اور جن کا دامن پکڑا جاتا ہےاور حضرت ماخوذ ہے حضور سے اور اضافت بمعنیٰ ''فی'' ہے جیسے امام المسجد میں۔''

نیز علامہ نسفی فرماتے ہیں وسراجاً وجۃ ظاھرۃ لحضرتنا۔یعنی ہم نے تجھے اپنی بارگاہ کا چراغ چمکتا اور رہنما بنا کر بھیجا۔بحمداللہ اب تو علامہ نسفی کی ارشاد فرمائی ہوئی اس وجہ پر آیت مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ وہ روح پرفتوح حاضر بارگاہ الٰہی ہے اور اس بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کی امام و پیشوا ہے۔حدیث ابن عباس میں گزرا کہ حضور کی روح حضرت الٰہی میں نور تھی جو نور تسبیح کرتا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح کرتے اور ملا علی قاری کے کلام میں حدیث گزری اوّل ماخلق اللہ نوری اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا تو لاجرم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وجہ پر ''امام حضرۃ اللہ'' ہوئے اور قرآن اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔تو جب سرکار رب کے حق میں سراج حضرۃ اللہ وامام حضرۃ اللہ باذن اللہ ٹھہرے تو ضرور عالم ارواح کے شاہد و رقیب و مربی ونقیب ہوئے اور جب عالمِ ارواح کے مربی ہوئے تو بالضرورۃ عالم اجساد واشباح کے بھی مربی قرار پائے۔اسی لیے تو ان کے حق میں فرمایا گیا: وماارسلناك الا رحمۃ للعالمین ہم نے تمہیں سب جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا۔اس معنیٰ پر سرکار کے معجزات شاہد ہیں لاجرم اسی لیے شیخ محقق جو معترض کے بھی مستند ہیں فرماتے ہیں:

''ہم چنانکہ احادیث در تکثیر آب قلیل کثیر آمدہ در تکثیر طعام یسیر نیز کثیر است واین ہر دو اثر تربیت وولی نعمی آں سید کائنات است کہ ہمچنانکہ بحسب روحانیت مربی و مکمل قلوب و

ارواح است در عالم جسمانیت نیز پرورندہ وخورش دہندہ ابدان واشباح است اھ مدارج النبوۃ۔
''یعنی جس طرح کہ تھوڑے سے پانی کی افزائش کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔اسی طرح تھوڑے کھانے کو بڑھانے کی بہت حدیثیں ہیں اور یہ دونوں اس سیّد کائنات کی تربیت کا اثر ہیں کہ جو روحانیت کے اعتبار سے قلوب وارواح کے مربی ہیں اور عالم جسمانیت میں اجساد واشباح کے پالنے بڑھانے والے بھی ہیں۔اور جو عالمِ ارواح و اشباح کا مربی ہو بھلا وہ شاھد علی الخلق کیوں نہ ہوگا۔''

کہیے اب بھی اس قول کے ضعف پر جمیئے گا اور جب شاھداً سے اور سراجا منیراً سے بحمد اللہ سرکار عالی مدار علیہ التحیۃ والثناء کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہولیا تو اب بتائیے کہ خدا کو معاذ اللہ کیا کیا الزام نہ دیجئے گا،

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت ازخدا وازرسول

اجی یہ تو کہو کہ محمود حسن دیوبندی کو کیا کہو گے جو گنگوہی کے بارے میں کہہ گئے ع خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے حدیث میں آیا: ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر مرد سے بھی فرماتا ہے۔یہ مرے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جسے تم شرک کہتے ہو تمہارے اکابر کے منہ سے اپنوں کے حق میں وہی کہلوا کے ظاہر فرمادیا کہ حق وہی ہے جسے یہ چھپا رہے ہیں اور باطل وہی ہے جسے یہ گا رہے ہیں بلکہ خود تم سے شاھداً علی الخلق لکھوالیا۔اب تم اپنے ہی لکھے کو رد کر کے اپنے آپ کو جھٹلاؤ تو جھٹلاؤ کذالک العذاب والعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون اب ہم سرکار کے حاضر بارگاہ ہونے پر نیز ان کی حقیقت کے جاری وساری ہونے پر میزان ومدارج النبوہ، اشعۃ اللمعات کی عبارتیں مزید وضاحت کے لیے لکھیں وبہ التوفیق۔ میزان میں سید علی خواص سے افادہ فرمایا کہ التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم اس لیے ہوا کہ غافلوں کو اللہ متنبہ فرمادے کہ ان کا نبی حضرت الٰہی میں حاضر ہے

وہ حضرت الٰہیہ سے کبھی جدا نہیں ہوتا تو وہ بالمشافہہ اسے سلام سے مخاطب کریں۔ میزان کی عبارت یہ ہے:

وسمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ لینبہ الغافلین علیٰ شہود بینہم فی تلک الحضرۃ فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ تعالیٰ ابداً فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃ اھ مدارج النبوۃ میں فرمایا:

"ودر بعضی کلام بعضی عرفا واقع شدہ کہ خطاب از مصلی بملاحظۂ روحِ مقدس وسریان وے در ذراری موجودات خصوصاً در ارواحِ مصلین است وبالجملہ دریں حالت از شہود وجود وحضور از آنحضرت غافل وذاہل نہ باید بود بامید ورود فیوض از روح پر فتوح وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھ

اشعۃ اللمعات میں قدرے تفصیل کے ساتھ فرمایا:

"ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں احوال بیشتر وقوی تر است وبعضی از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد اھ

"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مومنوں کے نصب العین اور عابدوں کے قرۃ العین ہیں تمام احوال واوقات خصوصاً حالت نماز میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت وانکشاف ان احوال میں بیشتر وقوی تر ہوتے ہیں اور بعض عرفاء نے کہا ہے کہ یہ خطاب یعنی (السلام علیکم الخ) حقیقتِ محمدیہ کے ذرات موجودات وافراد ممکنات میں ساری ہونے کی وجہ سے ہے تو حضور و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازیوں کی ذات میں حاضر ہیں تو مصلی کو چاہیئے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے اور اس کے مشاہدے سے کبھی غافل نہ ہوتا کہ اسرار قرب وانوار معرفت سے متنور وفائز ہو۔"

نیز شیخ محقق نے تحصیل البرکات میں یہی مضمون افادہ فرمایا ہے، **فلیرجع** یہی وجہ

ہے کہ درمختار و عالمگیری و مراقی الفلاح میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ نمازی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ کو تحیت کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام عرض کر رہا ہے اور خود پر اور اولیاء پر سلام بھیج رہا ہے۔ ترجمہ۔

''یعنی الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے کہ بطور انشاء وہی اس کی مراد ہوں گویا کہ وہ اللہ کو تحیت کر رہا ہے اور اپنے نبی پر اور خود پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے نہ کہ اس کی خبر دینے کا قصد کرے (یعنی اس واقعہ کی خبر و حکایت کا قصد نہ کرے جو معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ سبحنہٗ وتعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے واقع ہوا۔ ردالمحتار) اسے ذکر کیا مجتبیٰ میں اور ظاہر اس کا یہ ہے (علینا) کی ضمیر حاضرین کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت نہیں ہے اھ ترجمہ درمختار۔'' نیز مسلک متوسط علامہ رحمۃ اللہ سندی و منسک متقسط ملّا علی قاری میں ہے۔ ترجمہ!

''یعنی زائر مدینہ پاک میں داخل ہونے کے وقت سے روضۂ پاک میں پہنچنے تک اپنے ظاہر و باطن سے متواضع رہے اور اس شہر کی حرمت کی تعظیم کرے اور اس میں جلوہ گر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و ہیبت سے مملو ہو اور ان کی عظمت کا خیال رکھے گویا کہ وہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اسے مقام مراقبہ و مرتبۂ مشاہدہ میں دیکھ رہے ہیں۔'' نیز اسی میں ہے:

متمثلا صورته الكريمة فى خيالك مستشعراً بانه عليه الصلوٰة والسلام عالم بحضورك و قيامك و سلامك) أى بل بجميع افعالك واحوالك ومقامك وارتحالك وكانه حاضر جالس بازائك۔

''یعنی اے زائر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہو کہ ان کی صورت کریمہ تیرے خیال میں جمی ہو اور تو یہ سمجھ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیری حاضری اور تیرے سلام و قیام کو دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں بلکہ وہ تیرے تمام افعال و اقامت و رحلت کو دیکھ رہے ہیں اور ہم نے اور وہ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔''

ہم نے عالم کا ترجمہ ''دیکھ رہے ہیں'' کیا اس لیے کہ علم یہاں علم مشاہدہ ہے اور اس

پر قرینہ فقرۂ سابقہ ہے کانہ یراہ گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اور کانہ حاضر الخ ہے کما لا یخفی اب کلام اس طرف منجر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت بیداری میں جائز ہے کہ نہیں فاقول ہاں بیشک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت جس طرح خواب میں ہوتی ہے اسی طرح بیداری میں ممکن بلکہ واقع ہے اور علماء کی ایک جماعت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاگتے میں دیکھنا اور بعض مشکلات کے بارے میں ان سے سوال اور ان کی کشود کے طریقے دریافت کرنا اور احادیث کی تصحیح کرنا ثابت ہے۔ بلکہ عرفاء کی ایک جماعت تو فرماتی ہے کہ اگر ایک لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رویت ہم سے محجوب ہو جائے ہم اپنے کو مسلمانوں میں نہ گنیں۔ المعتقد علامہ فضل رسول میں شرح منظومۂ بحر سے نقل کیا ترجمہ!

''یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت بیداری میں بالاتفاق ممکن ہے اور واقع ہے۔ اس لیے کہ ابن جمرہ نے ایک جماعت سے ذکر کیا کہ انہوں نے اسی پر محمول کیا ہے اس روایت کو کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر جاگتے میں دیکھا اور انہوں نے بعض اشیاء سے اپنی تشویش کے بارے میں حضور سے عرض کیا تو حضور نے انہیں ان کی کشود کے طریقے بتائے تو ویسا ہی ہوا نہ کم نہ زیادہ۔ شارح بحر نے کہا کہ اس امر کا منکر اگر کرامات اولیاء کو جھٹلانے والا ہے تو اس سے بحث نہیں اس لیے کہ وہ اسے جھٹلاتا ہے جسے سنت نے ثابت فرمایا اور اگر کرامات اولیاء کو مانتا ہے تو یہ رویت بھی اسی سے ہے۔ اس لیے ان کے لیے خلاف عادت عالم علوی و سفلی میں بہت سی اشیاء سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔''

مدارج النبوۃ میں شیخ محقق نے من رأنی فی المنام فیسرانی فی الیقظۃ کی توجیہات میں ایک توجیہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ بشارت بعض مقربان درگاہ و سالکانِ راہ کے لیے ہو جو گاہ بیگاہ نعمت دیدار سے مشرف ہوتے ہیں حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جاگتے میں بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں وھٰذا نصہ۔

''وتواند کہ ایں بشارت باشد بعضے مستعدان و مقربان درگاہ و سالکان راہ کہ گاہ و بیگاہ

بایں نعمت مشرف شدہ اند حال بجائے رسد کہ در یقظہ نیز بایں سعادت مشرف شوند''

پھر آخر میں اس بحث کا (کہ آیا یہ رویتِ غیبت حس و غلبۂ حال و بیخودی میں ہوتی ہے اور دیکھنے والے اس کو بیداری گمان کرتے ہیں (یا حقیقۃ بیداری میں ہوتی ہے) تصفیہ فرماتے ہوئے فرمایا:

''و بالجملہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعد از موت مثال است چنانکہ در نوم مرئی می شود در یقظہ نیز می نماید وآں شخص شریف کہ در مدینہ در قبر آسودہ وحی است ہماں متمثل می گردد در یک آن متصور بصور متعددہ عوام را در منام وخواص را در یقظہ۔ الخ یعنی بالجملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار بعد وصال مثال ہے جس طرح سوتے میں نظر آتی ہے جاگتے میں بھی جلوہ فرما ہوتی ہے اور وہ شخص شریف جو مدینے میں قبر میں زندہ وآسودہ ہے وہی ایک آن میں متعدد صورتوں کے ساتھ متمثل ہوجاتا ہے عوام کے لیے سوتے میں اور خواص کے لیے جاگتے میں۔''

ناظرین کرام دیکھیں کہ شیخ محقق نے کتنا صاف فرمایا کہ وہ روح پاک آن واحد میں عوام وخواص سب کے لیے خواب و بیداری میں حاضر ہوجاتی ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ شیخ نے جو معترض کے مستند ہیں ہمارے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ نیز اسی مدارج النبوہ میں فرمایا:

''وبسیارے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است از حضرت وے نمودہ وعرض کردہ یارسول اللہ فلاں ایں حدیث از حضرت تو روایت کردہ است پس فرمودہ آنحضرت نعم اولا در رویت کہ در یقظہ است بعضے مشائخ نیز ہم چنیں استفادۂ علوم نمودہ اند واللہ اعلم۔''

یعنی بہت سے محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان احادیث کی تصحیح کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہیں اور عرض کیا یا رسول اللہ فلاں نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے تو حضور نے ہاں یا نہ فرمایا یہ سب کچھ اس رویت میں جو جاگتے میں انہیں نصیب ہوئی۔ بعض مشائخ نے بھی اسی طرح حضور سے علوم کا استفادہ فرمایا ہے۔ نیز میزان شعرانی میں ہے:

وقد بلغنا عن الشیخ ابی الحسن الشاذلی و تلمیذہ الشیخ ابی العباس المرسی وغیرھما انھم کانوا یقولون لو حجبت عنا رؤیۃ رسول

الله ﷺ طرفة عين ما عدونا انفسنا من جملة المسلمين الخ

''یعنی ہمیں شیخ ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی وغیرہما سے خبر پہنچی کہ وہ کہتے تھے کہ اگر ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت پلک جھپکنے بھر کو محجوب ہو جائے ہم خود کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔''

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ بعض اللہ والے انہیں ہر جگہ حاضر حاضر و ناظر دیکھتے ہیں و لله الحجة الظاهرة اس مقام پر اگر اسمٰعیل دہلوی کی صراط مستقیم کی شہادت نہ دوں تو مزہ ہی کیا۔ الفضل ما شهدت به الاعداء ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

پھر سنو۔ وہ اپنے پیروں کے لیے کیا گا رہی ہے:

''بالجملہ ائمۂ ایں طریق واکابر ایں فریق در زمرۂ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے آں می کوشند پس احوال ایں کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد''۔

دیکھو کیسا صاف کہہ رہی ہے اور بیک دست میاں اسمٰعیل اور تمام وہابیہ کے منہ پر طمانچہ مار رہی ہے کہ میاں تم کیسے رسول اللہ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے جبکہ تمہارے پیروں کی یہ حالت ہے کہ وہ ملائکہ کی طرح مدبر عالم ہیں۔ ارے جب وہ مثل ملائکہ ٹھہرے اور ملائکہ اپنے امور کی تدبیر کے لیے متعدد جگہ حاضر ہو جاتے ہیں تو وہ بھی ان کی طرح ضرور حاضر ٹھہرے۔ پھر یہ کیسا دھرم ہے کہ امتی کے لیے یہ فضیلت مانو اور نبی کے لیے شرک گاؤ ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

فقیر عاجز صراط مستقیم کی عبارت لکھنے کے بعد یہ قصد ہی کر رہا تھا کہ اب معترض کی باقی موشگافیوں کی خبر لی جائے کہ اچانک حاشیۂ نور الایضاح مصنفہ اعزاز علی مدرس دار العلوم دیوبند کی ورق گردانی کرتے ہوئے ان کی اس عبارت پر نظر پڑ گئی لکھتے ہیں:

قوله (حجب) فمثله ﷺ بعد وفاته كمثل شمع في حجرة اغلق بابها فهو مستور عمن هو خارج الحجرة ولكن نوره كما كان بل ازيد ولهذا

حرم نکاح ازواجه بعده ﷺ ولا یجری احکام المیراث فیها ترکه لا نهما من احکام الموت اھ۔ (حاشیہ نور الایضاح ص ۱۷۱)

''یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بعد وصال ایک شمع کی ہے جو کمرہ میں ہو اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستور ہیں جو حجرۂ شریفہ کے باہر ہیں لیکن ان کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نکاح حضور کے بعد حرام ہوا اور آپ کے مال میں میراث کے احکام جاری نہ ہوئے اس لیے کہ یہ دونوں تو احکام موت سے ہیں۔''

دیکھو کیسی کھلی تصریح ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرقد انور میں جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کا نور ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے۔ یہی تو ہمارا دعویٰ ہے کہ اس نور کا ظہور جیسے کل تھا ویسے آج بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نورانیت سے ہر شے میں جلوہ گر ہیں وللہ الحجۃ السامیۃ۔ ؏ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

الفضل ما شهدت به الاعداء: کوئی دور نہیں کہ معترض کو یہ شبہ گزرے کہ اعزاز علی کی عبارت سے ہمارا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ایک شمع سے دی جو حجرہ میں بند ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہر جگہ ظاہر کیوں ہوگا بلکہ وہ تو اسی حجرۂ شریفہ میں بند ہو گیا یہ شبہ معترض ہی کی عقل کے لائق و شایان ہے **اقول اولاً** پر کہ **لکن** دفع وہم واستدراک کے لیے آتا ہے چونکہ محشی کی تمثیل سے یہ وہم ہوتا تھا کہ وہ نور از ہر اب مستور ہو گیا جیسا کہ حجرہ میں بند شمع کا نور پوشیدہ ہو جاتا ہے اس لیے محشی نے (**لکن نوره کما کان الخ**) لیکن حضور کا نور ویسا ہی جیسا کہ تھا بلکہ زیادہ ہے۔ کہہ کر اس وہم کو دور کر دیا اور صاف بتا دیا کہ وہ نور ایسا نہیں کہ حجابات کثیفہ سے رک جائے۔

ثانیاً: اگر یہ نہ مانو تو مستدرک بہ اور مستدرک علیہ میں فرق نہ ہوگا۔ نیز محشی پر یہ الزام آئے گا کہ صاحب نور الایضاح نے فرمایا تھا کہ (غیر انه حجب عن القاصرین الخ) یعنی حضور قبر شریف میں تمام نعمتوں اور عبادتوں سے لطف اندوز ہیں مگر قاصروں کی نظر سے

پوشیدہ ہیں اس قول پر محشی کی وہ تمثیل صحیح نہ ہوگی کہ جب تمہارے طور پر وہ نور حجرۂ شریفہ میں بند ہے اور ظاہر نہیں ہے۔ تو اب قاصر نظروں کی کیا تخصیص رہی۔ **ومن ھنا ظھر ان التشبیہ فی قولہ ولکن نورہ کما کان الخ فی الظھور والبقاء معاً لا البقاء فحسب فسقط ما اوردہ البعض عن المعترض وللہ الحمد۔**

ثالثاً محشی کا قول (**بل ازید**) اس شبہ کا کافی رد ہے۔ کہ وہ نور جب قبر شریف میں محصور ہو گیا تو **ازید** کب رہا بلکہ **انقص** ہو گیا **ھذا خلف**۔ یہ تو محشی کے مفروضے کے خلاف ہے۔ بحمدہ مالغین کے مستند کی عبارت سے استدلال تام ہوا **وللہ الحجۃ القاھرۃ**

اب معترض صاحب کی بقیہ موشگافیوں کی خبر لیں **واللہ المستعان وعلیہ التکلان**

لکھتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سورۂ فتح، سورۂ مزمل، سورۂ احزاب میں ''شاہد'' اور سورۂ بقرہ، سورۂ نسا میں ''شہید'' کہا گیا ہے اصول تفسیر کا تقاضا ہے کہ تمام مقامات پر شاہد اور شہید کے ایسے معنیٰ بیان کیے جائیں جو ایک دوسرے کے خلاف نہ ہوں کیونکہ اللہ کا کلام تضاد سے پاک ہے مگر ترجمۂ رضویہ میں سورۂ احزاب اور سورۂ فتح میں **شاھد** کا ترجمہ حاضر و ناظر لکھا ہے اور سورۂ بقرہ میں شہید کا ترجمہ نگہبان و گواہ لکھا ہے۔''

اقول: ۔ ہم پہلے ثابت کر آئے کہ شاہد و حاضر میں منافات نہیں اور جو شاہد مانے گا وہ ضرور حاضر مانے گا اس لیے کہ شہادت میں حضور شرط ہے اور وہی اصل ہے اور اصل سے عدول بے دلیل جائز نہیں۔ نیز ہم یہ دکھا آئے کہ **شہیداً** میں نگہبان اور گواہ معترض کی مبلغ علم تفسیر بیضاوی و تفسیر نسفی میں فرمایا گیا ہے اور یہ بھی گزر چکا کہ اسی طرح **شاھداً** میں **رقیباً** کی تضمین ضروری ہے جس طرح **شہیداً** میں مانی گئی اس پر تفسیر ابو السعود و جمل کی عبارتیں گزریں۔ اب اگر یہی لیاقت علمی ہے کہ حاضر و گواہ کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھ لیا جائے تو قرآن میں تضاد کا الزام محض امام رضا کے سر نہ رہے گا بلکہ نسفی و بیضاوی و دیگر مفسرین کے سر بھی جائے گا۔ معترض صاحب بتائیں کہ ان مفسرین کرام کو کیسے کیسے الزاموں سے خراج

تحسین پیش کریں گے۔ پھر اس میں کون سی آفت ہے کہ ایک شخص شاہد بھی ہو حاضر بھی ہو نگہبان بھی ہو جبکہ شاہد و نگہبان کے لیے حضور ضروری ہے ارے صاحب آپ جیسے گستاخانِ رسول کے حق میں قرآن فرماتا ہے **صمّ بکم عمی الاٰیۃ** گونگے بہرے اندھے۔ کہیے یہاں بھی تضاد گائیے گا۔ آگے آپ نے آیۂ کریمہ **وکذالك جعلنا کم امۃ وسطا لتکونو شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً** کا ترجمہ رضویہ لکھا ہے، جو یہ ہے: ''اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں کے گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ'' پھر لکھتے ہیں:

''یہاں شہید کا ترجمہ نگہبان و گواہ لکھا ہے اور ''شہداء کا ترجمہ صرف گواہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نگہبان کا لفظ صرف اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے بڑھایا ہے۔ ورنہ جب شہید کا ترجمہ گواہ ہو گیا تو پھر نگہبان کس کا ترجمہ ہے۔'' جی ہاں بیضاوی و نسفی سے بھی پوچھئے کہ آپ نے رقیبا کی تضمین کیوں مانی ہے اور انہیں بھی یہی الزام دیجئے کہ انہوں نے ایسا محض اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے کیا ہے ورنہ جب شہید کا معنیٰ صرف گواہ ہو گیا تو رقیب و نگہبان کس کا معنیٰ ہے۔ بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز سے رونا روئیے کہ حضرت آپ تو ہمارے امام الطائفہ کے بزرگوں میں ہیں۔ آپ نے ہمارے امام الطائفہ کی ایک نہ رکھی ہائے آپ نے یہ کیا کہہ دیا ہے:

''بلکہ می تواں گفت کہ شہادت دریںجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از حق بروں نہ روید چنانچہ **واللہ علی کل شیئ شھید** و در مقولۂ حضرت عیسیٰ کہ **کنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیئ شھید** وچوں ایں نگہبانی و اطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائے ادائے شہادت می باشد در احادیث ایں شہادت را گواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیانا **لحاصل المعنی لا تفسیر اللفظ**

یعنی کہا جا سکتا ہے کہ شہادت یہاں بمعنی گواہی نہیں بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی ہے تا کہ

راہِ حق سے باہر نہ جاؤ جیسا کہ **واللہ علیٰ کل شیئ شھید** (اللہ ہر شے پر نگہبان ہے) میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقولہ **کنت علیھم شھیداً** میں (یعنی میں ان پر نگہبان تھا) اور جبکہ اطلاع ونگہبانی تحمل شہادت کا وسیلہ ہے اس لیے احادیث میں شہادت کو گواہی سے تفسیر فرمادیا حاصل معنیٰ کے بیان کے لیے نہ کہ لفظ کی تفسیر کے لیے۔"

آگے چل کر آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایتیں ذکر کرنے کے بعد یوں منہ کھولیں گے:

"جب حدیث سے شہید کے معنیٰ گواہ متعین ہوگئے تو پھر کسی دوسرے معنیٰ کو مراد لینا رسول دشمنی نہیں تو کیا ہے۔"

شاہ صاحب کی عبارت سے خصوصاً فقرہ مذکورہ **بیانا لحاصل المعنی لا تفسیر اللفظ** سے اپنی ساری تقریر کا جواب پیشگی لیجئے اور یہ بتاتے چلیے کہ جب حدیث سے شہید کے معنیٰ گواہ متعین ہوگئے تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے کیونکر فرمادیا "بلکہ می تواں گفت الخ" کیوں جی اپنے ہی منہ سے شاہ صاحب کو رسول دشمن کہنے سے پہلے کہیں کلیجہ تو منہ کو نہ آئے گا۔ آگے تحریر کرتے ہیں: "پھر شہدا میں نگہبان اس لیے نہ بڑھایا کہ پوری امت کو حاضر و ناظر ماننا پڑتا۔"

اقول اولا یہ اعتراض بھی حسب سابق بیضاوی ونسفی ودیگر مفسرین بلکہ خود شاہ صاحب پر لگا کہ انہوں نے بھی شہداء میں نگہبان کی تضمین نہ مانی۔

ثانیاً اس کا جواب اپنی مبلغ علم بیضاوی ونسفی ہی سے لیجئے۔ بیضاوی میں ہے۔ ترجمہ "یعنی تاکہ تم ان دلائل سمعیہ میں جو تمہارے لیے نصب کی گئیں اور اس کتاب میں غور کرکے جو تمہارے اوپر اتری جان لو کہ اللہ نے کسی کے حق میں نہ بخل کیا نہ ظلم فرمایا بلکہ راہیں آشکارا فرمادیں اور رسول بھیجے تو انہیں تبلیغ فرمائی اور نصیحت کی۔"

نسفی میں ہے:

والشھادۃ قد تکون بلا مشاھد کالشاھدۃ بالتسامع فی الاشیاء المعرفۃ الخ "اور شہادت کبھی بغیر مشاہدے کے ہوتی ہے جیسے سن کر شہادت دینا جانی

پہچانی باتوں میں۔''

خود شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

''ولہذا چوں امم دیگر در مقام رد شہادت ایشاں خواہند گفت کہ شما از چہ رد شہادت می دہید حالانکہ در وقت ما نبودید و حاضر واقعہ نہ شدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ ما را خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید و نزد ما بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود۔''

دیکھو علامہ بیضاوی و علامہ نسفی و شاہ صاحب سب کس قدر صاف فرما رہے ہیں کہ اُمت کی شہادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہے۔ ان کی اخبار و احادیث سن کر یہ شاہد ہوں گے اور شاہ صاحب نے تو یہ بھی فرما دیا کہ یہاں حضور سے سن لینا مشاہدہ و معائنہ سے امت کے حق میں بہتر قرار پایا بلکہ خود حدیث میں اس امر پر دلالت موجود کہ امت کی شہادت شہادت بالتسامع ہے۔ افسوس کہ پھر بھی معترض کو حضور کی شہادت اور امت کی شہادت میں فرق نہ سوجھا نیز آپ تحریر کرتے ہیں: ''سورۂ نساء کی آیت **وجئنا بك علىٰ هٰؤلاء شهدا** میں بھی یہی حرکت کی ہے۔'' **اقول:** یہ اگر نازیبا حرکت ہے تو آپ کے زعم پر بیضاوی و نسفی اور خود شاہ صاحب نے بھی سورۂ بقرہ میں یہی حرکت کی ہے کہ گواہ کے معنیٰ میں نگہبان کی تضمین کر دی ہے بلکہ شاہ صاحب نے تو یوں فرمایا ہے: ''بلکہ می تواں گفت کہ شہادت دریں جا بمعنیٰ گواہی نیست بلکہ بمعنیٰ اطلاع و نگہبانی است'' تو تمہارے زعم پر تو شاہ صاحب کی بات اور زیادہ سخت ہو گی کہ انہوں نے شہادت کو بمعنیٰ گواہی نہ رکھا بلکہ بمعنیٰ نگہبانی متعین فرما دیا تو پھر کسی دوسرے معنیٰ کو مراد لینا رسول دشمنی نہیں تو کیا ہے تو آپ کے زعم پر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ معاذ اللہ زیادہ مجرم ہوئے کہ انہوں نے اس معنیٰ کا انکار فرما دیا جو آپ کے زعم پر حدیث سے متعین ہو گئے بخلاف دوسروں کے کہ انہوں نے اس معنیٰ کو مقرر رکھا ہاں نگہبان کی تضمین اس میں کر دی جو آپ کو ناگوار ہے۔ اب اگر واقعی آپ منصف مزاج ہیں تو بیضاوی و نسفی اور خصوصاً شاہ صاحب پر نفریں کیجئے۔ فقرۂ سابقہ کے متصل ہی آپ یوں منہ

کھولتے ہیں جبکہ دوسرے مفسرین ومترجمین صرف گواہ مراد لے رہے ہیں'' مفسرین کرام نے کیا مراد لیا تو وہ پہلے ہی کھل گیا۔ شیخ محقق کی شہادت اور سنتے چلو فرماتے ہیں:

''وآں حضرت رانیز شاہد وشہید خواندہ **وما ارسلناك الا شاهداً** یعنی عالم و حاضر بحال امّت الخ'' مدارج النبوۃ۔

ہم کہیں اور سب کہیں ''جھوٹوں پہ خدا کی لعنت'' اور سنئے لکھتے ہیں:

''لغت میں شاہد کا ترجمہ حاضر بھی لکھا گیا ہے اس لیے آیت میں اگر شاہد کا ترجمہ حاضر لکھ دیا گیا تو لغت کے اعتبار سے صحیح ہونا چاہیے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جب لفظ دو معنوں میں مشترک ہو''۔ الخ

اقول:- ہم ثابت کر آئے کہ شاہد کا معنیٰ حقیقت لغویہ بلکہ شرعیہ ہے تو ''حاضر وگواہ'' میں **شاهداً** کے مشترک ہونے کا دعویٰ باطل اور فقہائے کرام کی عبارتوں سے ثابت ہوا کہ شہادت میں حضور شرط واصل ہے تو شاہد بمعنیٰ گواہ حاضر کا ایک فرد ہوا نہ کہ شاہد وحاضر منافی ہوئے غرضیکہ آپ کی اگلی اور پچھلی دونوں راہیں بند ہیں۔''

قولہٗ اس لیے شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر کر کے اللہ کی صفت خاص میں پیغمبر کو شریک ماننا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔''

اقول:- جس طرح اللہ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ حاضر وناظر کے معانی حقیقیہ اللہ کے شایان شان نہیں اس لیے کہ وہ تمام معانی لوازم اجسام ہیں تو وہ اس کے لیے ہو سکتے ہیں جو جسم ہو تو اسے ہر جگہ حاضر وناظر ماننا اسے جسم کہنا ہے **تعالیٰ اللّٰہ عن ذالک علوا کبیرا**۔ یہاں سے ظاہر کہ اہل سنت پر اللہ کی صفت خاص میں پیغمبر کو شریک ماننے کا الزام محض بہتان ہے بلکہ درحقیقت آپ نے خود اللہ کے لیے مخلوق کی صفت ثابت کی ہے اور یہ آپ کی کوئی نئی ایجاد نہیں بلکہ آپ کے امام الطائفہ نے بھی خدا کو ہر جگہ حاضر وناظر کہہ کر اس کی توہین کی ہے پھر اسی منہ سے توحید پرست بنتے ہو اور دوسروں کو مشرک بتاتے

ہو۔ ع شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ اور اگر تمہارے نزدیک یہ اللہ کی صفت خاصہ ہی ہے تو ان سے پوچھو جنہیں تم بھی امام ومقتدیٰ مانتے ہو جو تمہارے امام الطائفہ کے بزرگوں میں ہیں کہ یا حضرت آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام امت کے مراتب پر مطلع مان کر اور انہیں تمام امت پر نگہبان بتا کر شرک کیوں کیا اور ہمیں بتاؤ کہ جب تمہارے اور تمہارے امام الطائفہ کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے تو تم انہیں امام ومقتدیٰ مان کر کافر ہوئے کہ نہیں۔

قولہ: ''یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین شاہد کے معنیٰ گواہ لے رہے ہیں۔'' پھر وہی رٹ۔ ہم پھر کہیں گے کہ مفسرین صرف گواہ مراد نہیں لے رہے ہیں بلکہ رقیب کی تضمین مان رہے ہیں جیسا کہ گزرا اور اگر وہ صرف گواہ ہی مراد لے رہے ہیں تو تمہیں کیا مفید ہے ہم نے بحمدہٖ ثابت کیا کہ دونوں طرح ہمارا مدعا ثابت ہے گواہ کہو یا نگہبان **ولله الحجة البارعة**۔

قولہ ''اور قرآن میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد وشہید کہا گیا ہے اور امت محمدیہ کو شہداء کہا گیا ہے جو شاہد کی جمع ہے تو اگر شاہد کے معنی حاضر وناظر ہوں تو تمام امت کو حاضر وناظر ماننا پڑتا ہے جو عقل ونقل کے خلاف ہے''۔

ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت اور امت کی شہادت میں فرق بتا آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت میں حضور ومشاہدہ ملحوظ ہے تو حضور کی شہادت بہ معائنہ ہے اور امت کی شہادت بہ معائنہ نہیں بلکہ حضور کی شہادت پر شہادت بالتسامع ہے اس لیے مفسرین کرام نے شہید میں رقیب کی تضمین مانی اور شاہد کی تفسیر مراقبہ ومشاہدہ سے کی ہے جیسا کہ تفسیر ابوالسعود جمل سے گزرا۔ علامہ صاوی کا فرمان اور سنتے چلو کہ باذن اللہ ہمارا دعویٰ مزید مؤکد ہو اور ذہن معترض میں ابھرنے والے سوال کا پیشگی جواب بھی ہو جائے۔ آیت کریمہ **وما كنت بجانب الغربي اذ قضينا الى موسى الامر وما كنت من الشاهدين**۔ (یعنی جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی رسالت فرمائی تو آپ سینا کی جانب غربی میں نہ تھے اور شاہدین میں سے نہ تھے) کے تحت فرماتے ہیں:

وهذا بالنظر الى العالم الجسمانى لاقامة الحجة للخصم واما با

لنظر الی العالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل مرسل وما وقع لہ من لدن اٰدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف ولکن لا یخاطب بہ اھل العناد۔

''خلاصہ یہ کہ ارسال رسل اوران کے زمانوں کے واقعات پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم کا جسمانی حضور نہ تھا اور عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اپنے زمانے تک ہر رسول کی رسالت اور واقعات پر حاضر ہیں یہاں تک کہ حضور نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہلِ عناد کو خطاب نہیں کیا سکتا۔'' پھر بھی اگر اپنے دعویٰ پر جمو تو میں کہوں گا کہ تمام امت کی شہادت اگرچہ بالتسامع ہے مگر فضل الٰہی سے اولیاء کے لیے شہادت بالمعائنہ کچھ دور نہیں اور ان کے لیے اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبعیت میں حضور مع المشاہدہ مانا جائے تو یہ ہمارے دعویٰ کا عین مؤید ہوگا کہ ان کا یہ کمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم کی دلیل ہے بلکہ عین کمال مصطفی صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم ہے۔ علماء فرماتے ہیں الکرامۃ من جنس المعجزۃ کرامت معجزہ ہی کی جنس سے ہے۔ اور بے شک حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم کی متابعت کے طفیل بہت سے اولیاء کو حضور مع المشاہدہ کی فضیلت حاصل ہے۔ صاوی میں علامہ شعرانی کی القواعد الکشفیۃ سے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہما کی بابت نقل فرمایا:

وکان علی کرم اللہ وجھہ یقول انی لأعرف العھد الذی عھد الیٰ ربی وکان سھلُ التستری یقول انی لاعرف تلامذتی من ذلك الیوم ولم ازل اربیھم فی الاصلاب حتی وصلوا الی ''یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ مجھے وہ عہد یاد ہے جو اللہ نے مجھ سے عالم ارواح میں فرمایا تھا اور حضرت سہل تستری فرماتے کہ اس دن سے اپنے شاگردوں کو پہچانتا ہوں اور ان کی تربیت اصلاب آباء میں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچے۔''

روح البیان میں ہے:

قال الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ والرسول له الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم لقد راٰه کثیر من الاولیاء

یعنی غزالی نے فرمایا ''رسول کو صحابہ کی روحوں کے ساتھ عالم کے طواف کا اختیار ہے بہت سے اولیاء نے حضور کو صحابہ کے ساتھ دیکھا ہے''

بہجۃ الاسرار شریف میں سرکار غوث اعظم سے نقل کیا کہ آپ فرماتے ہیں:

''پروردگار تعالیٰ وتقدس کی قسم نیک بخت و بد بخت سب مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور میری نظر لوحِ محفوظ میں ہے۔ میں دریائے علم و مشاہدۂ الٰہی کا غوطہ خور ہوں میں تم سب پر اللہ کی حجت و نائب رسول اللہ اور ان کا وارث ہوں۔''

وﷲ لفظه عزة ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علیٰ عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی البحر علم اللہ ومشاهدته انا حجة اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ ﷺ ووارثه فی الارض۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں اس عبارت کا فارسی ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

''بعزت پروردگار کہ نیک بختان و بد بختان ہمہ عرض کردہ می شوند بر من و نظر من در لوح محفوظ است منم غواص دریائے علم و مشاہدۂ الٰہی من حجت خداوندم بر تمامۂ شما و نائب رسول اللہ و وارث اویم اھ

شیخ محقق کی عبارت اگرچہ بعینہ بہجۃ الاسرار کی عبارت ترجمہ ہے مگر ہم نے پھر بھی اسے پیش کیا اس لیے کہ شیخ محقق معترض کے بھی مستند ہیں اور یہی شیخ محقق بہجۃ الاسرار سے اخذ و استناد فرماتے ہیں جیسا کہ مدارج النبوۃ میں نظر کرنے سے ظاہر ہے۔

ہر چند کہ ہمیں امت کے حضور مع المشاہدہ ثابت کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لیے کہ خود معترض کی منقولہ روایات سے اور اقوال علمائے سے حضور ﷺ اور امت کی شہادت میں فرق روشن ہو گیا تاہم ہم نے معترض صاحب کی یہ بالک ہٹ بھی پوری کر دی **وللہ الحمد**۔ اب معترض صاحب نے جو یہ لکھا کہ ''تمام امت کو حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے جو

عقل ونقل کے خلاف ہے۔‘‘

اوّلاً اس دعویٰ کے متعلق یہ بتاتے چلیں کہ انہوں نے اس دعویٰ پر قرآن وحدیث او راقوال علماء سے دلیل کیوں قائم نہ کی، نیز وہ کون سی دلیل عقلی ہے جس سے یہ دعویٰ ثابت ہے؟ کیوں نہ بتایا۔

ثانیاً جبکہ یہ دعویٰ مسلمات سے نہیں تو اس دعویٰ پر دلیل نہ قائم کرنا اور خصم کو یہ وہم دلانا کہ یہ امر مسلمہ ہے جبھی تو دلیل نہ قائم کی بدترین جہالت۔ صریح فریب اور امانت علمی میں خیانت ہے کہ نہیں؟

ثانیاً اپنا چاک گریباں تو دیکھیے۔ اجی صراط مستقیم میاں اسمٰعیل دہلوی کے پیروؤں کے لیے کیا کہہ چکی۔ وہ تو انہیں ملائکہ مدبرات الامر کے زمرہ میں گنا چکی اور تدبیر امور کے لیے ملائکہ بیک وقت ہر جگہ حاضر ہو جاتے ہیں اور میاں جی ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کے لیے خاص بتا چکے اور اس طرح اپنی توحید مزعوم میں روافض سے مل چکے جو حضرت علی کی نسبت حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ مشرکین کے بھی مشابہ ہو گئے جو رام کو ہر شے میں رما ہوا جانتے ہیں **والعیاذ باللہ العلی العظیم** دیکھو تقویۃ الایمان صفحہ ۱۷

لاجرم: اپنے مشائخ طریقت اور ملائکہ کو خود ہی معاذ اللہ خدا کے برابر کر دیا۔ کیوں معترض صاحب یہ تو عقل ونقل کے خلاف نہیں بلکہ عین اسلام ہوگا۔ اسی منہ سے مسلمانوں کو مشرک گردانتے ہو ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت ازخدا واز رسول

قولہ اور حدیث میں بھی رسول اکرم اور ان کی امت کو گواہ کہا گیا ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے اس لیے شاہد کا ترجمہ گواہ متعین ہو گیا۔

اقول:- جی ہاں اور شاہ صاحب نے

’’بلکہ می تواں گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست‘‘ کہہ کر آپ کے اس متعین کا

انکار فرمایا ہے۔ انصاف کے پکے شاہ صاحب کو اپنے زعم پر کافر و گمراہ کہیں تو ہم جانیں۔

قولہ شاھد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرنے میں قرآن وحدیث اور اقوالِ سلف کی مخالفت لازم آتی ہے جس سے بچنا فرض ہے۔

اقول:-شاھد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہ کرنے میں صراط مستقیم کی زبردست نفریں کا سامنا ہے کہ مشائخ طریقت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھا دیا اور کرنے میں تم سب پر تقویۃ الایمان کا شرک سوار ہوتا ہے جس سے بچنا فرض ہے۔ بچ نکلو تو جانیں **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

بحمدہٖ تعالیٰ شاہد کے ترجمہ پر تمام اعتراضاتِ معترض کا جواب شافی ہو گیا۔

فالحمد للہ ثم الحمد للہ وصلی اللہ علی حبیبہ ومصطفاہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

قل انما انا بشر مثلکم

کے ترجمہ پر اعتراض معترض صاحب نے "قل انما انا بشر مثلکم" کے ترجمہ رضویہ پر بھی اعتراض کا منہ کھولا ہے۔ ترجمہ رضویہ درج ذیل ہے:

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔"

معترض صاحب کو لفظ "ظاہر صورت بشری" پر اعتراض ہے ان کی معترضانہ تحریر عن قریب آئے گی۔ سردست ہمیں ان کلمات سے کام ہے جو معترض نے بطور تمہید کہے ہیں۔

معترض نے کہا:

بریلوی فرقے کی طرف سے علمائے اہل سنّت کے بارے میں یہ بار بار کہا جاتا رہا ہے کہ وہ پیغمبروں کی بشر اور بھائی کہہ کر توہین کرتے ہیں۔"

اقول وباللہ التوفیق چہ خوش اپنی پردہ پوشی کا کیا خوب انداز ہے۔ عبارت ایسی اختیار کی جو ناظر کو خواہ مخواہ یہ وہم دلائے کہ یہ بیچارے علمائے دیوبند اس الزام سے بری ہیں۔ جی ہاں بے شک توہین رسول تمہارے اکابر کا شیوہ ہے۔ منجملہ تنقیص شان رسالت

کے یہ بھی ہے کہ تمہارے امام الطائفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صاف صاف بھائی کہا ہے اور جگہ جگہ محبوبانِ خدا کو تمام انسانوں کے ساتھ عجز و نادانی میں شریک بتا کر اپنا جیسا بشر قرار دیا ہے۔ تقویۃ الایمان میں کہا:

''ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم چھوٹے'' صفحہ ۸۱

''سو بڑے بھائی کی تعظیم کیجئے۔'' صفحہ ۸۰

نیز کہا: ''جو بشر کی سی تعریف ہے سو وہی کرو اس میں بھی اختصار ہی کرو'' صفحہ ۸۵

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار سے تشبیہ دی اس کی عبارت یہ ہے:

''جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں۔'' صفحہ ۸۵ و صفحہ ۸۶

نیز اسی تقویت الایمان میں ہے:

''ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان''

نیز سب انبیاء کے لیے لکھ مارا:

''سب انبیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے کمتر ہیں۔''

بحمدہٖ تعالیٰ معترض نے جیسے یہ کہہ کر کہ بریلوی فرقہ کی طرف الخ چھپانا چاہتا تھا ہم نے اسے بے نقاب کر دیا۔ خود معترض کی پردہ پوشی ان عبارتوں کی قباحت کی کھلی دلیل ہے ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ لہٰذا ہمیں ان کے رد کی چنداں حاجت نہیں وللہ الحمد۔ اسی منہ سے اپنے کو علمائے اہل سنّت کہتے ہو۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔

قولہ:- لیکن جب بریلویوں کے مجدّد ترجمہ کرتے کرتے ان آیتوں پر پہنچے جن میں پیغمبروں کو بشر اور بھائی کہا گیا ہے تو عجیب کش مکش اور الجھن میں پڑ گئے کہ اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے اس لیے درمیانی چال چلی کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیئے الخ ھذیانا تہٖ

اقول:۔ اوّلاً۔ معترض صاحب کی یہ عادت بن گئی ہے کہ دعویٰ کر دیتے ہیں اور دلیل نہیں دیتے جیسے ان کا دعوی مسلمات میں سے ہو۔ یہاں بھی یہی کیا ہے کہ دعویٰ کر دیا کہ ''الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے'' اور وجہ نہ بتائی۔ ہم بتائیں معترض صاحب کی یہ لیاقت علمی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ **قل انّما انا بشر مثلکم** کو اپنے دعوے کی دلیل سمجھا ہے۔ جبھی تو چمک کے کہا کہ ''اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام الخ'' حالانکہ آیۂ کریمہ میں حضور سے فرمایا گیا کہ تم تواضعاً فرمادو کہ میں تم جیسا ہوں نہ کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم کہیں کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں اور ہمیں یہ کیسے روا ہوسکتا ہے کہ ہم یہ کہیں جبکہ اللہ عزوجل حضور علیہ السّلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے: **یانساء النبی لستن کأحد من النساء**۔ اے نبی کی بیبیو تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے لیے فرماتے ہیں تم میں کون مجھ جیسا ہے **لست کاحد منکم** میں تم کسی کی طرح نہیں۔ تو یہ خوش فہمی معترض صاحب پر الزام کی رجسٹری کر رہی ہے **وللہ الحمد**۔ **ثانیاً** معترض نے کہا ''اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے'' بحمدہٖ تعالیٰ معترض نے خود اپنے منہ قبول دیا کہ یہ ترجمہ رضویہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے اس لیے کہ ناظرین کرام پر یہ روشن کہ یہ کہنا کہ ''اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں'' اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ ترجمہ غلط نہ ہو اور ہر سمجھ والے پر ظاہر کہ غلط اور صحیح کے درمیان واسطہ نہیں تو جو غلط نہ ہوگا ضرور صحیح ہوگا تو اب ناظرین کرام خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ معترض نے یہ کہہ کر کہ ''اس لیے درمیانی چال چلی الخ'' اپنا رد خود ہی کر لیا اور اپنی سمجھ دانی سب کو کھول کر دکھادی ع

خدا جب دین لیتا ہے — خرد بھی چھین لیتا ہے

کذالک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ اب معترض صاحب بہادر ترجمہ رضویہ لکھنے کے بعد یوں منہ کھولتے ہیں: ''اس ترجمہ پر کئی اعتراض واقع ہوتے ہیں اول یہ کہ قرآن مجید میں **انما انا بشر مثلکم** اصل عبارت ہے۔ معمولی عربی جاننے والا سمجھتا ہے کہ **انما** حصر کے لیے ہے اور **بشر** کے معنیٰ آدمی اور **مثل** کے

معنیٰ جیسے اور کم کے معنیٰ تم ہیں اس لیے صحیح ترجمہ یہ ہوا بس میں تمہارے جیسا آدمی ہوں اسی لیے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہارے۔ اور شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ یہ ہے ''میں بھی ایک آدمی ہوں کہ جیسے تم''ان حضرات کے علاوہ اردو ترجمہ کرنے والوں نے اسی جیسا ترجمہ کیا ہے۔ اس لیے فاضل بریلوی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا اور وہ بھی بریکٹ کے بغیر بہرحال غلط ہے۔''

اقول اوّلاً آپ کا یہ زعم کہ ''فاضل بریلوی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا بہرحال غلط ہے'' بالکل غلط اور مہمل ہے آپ پہلے یہ کہہ کر کہ ''اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے'' اپنے منہ آپ قبول کر چکے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے۔ ہاں اپنی لیاقت علمی سے اسے درمیانی بتا رہے ہیں تو آپ کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ یہ ترجمہ نہ غلط ہے نہ صحیح ہے بلکہ درمیانی ہے۔ یہیں سے آپ کے اعتراض کی حقیقت ظاہر کہ خود ہی کچھ کہتے ہیں اور خود ہی اسے جھٹلا دیتے ہیں۔ **ثانیاً** جناب کا تراجم کو ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے پر دلیل بنانا صحیح نہیں یوں کہتے کہ ترجمہ رضویہ ان دو مشہور تراجم کے خلاف ہے تو ایک بات بھی ہوتی، مگر صاحب بہادر ہر غیر مشہور کا غلط ہونا ضروری نہیں۔ ہم صاوی سے اس کی مثال دے چکے **فتذ کر ثمہ۔ ثالثاً** ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیئے اور اسی کی دلیل آیت کریمہ کے مفردات کے معانی بیان کر کے دی ہے۔ سبحٰن اللہ آپ عربی بھی پڑھانے لگے۔ یہ منہ اور مسور کی دال پھر اس عربی پڑھانے میں کیسی صریح غلطی کی کہ **کم** کے معنیٰ تم۔ جی اگر کم کا معنیٰ تم ہے تو (تمہارے) کس کا ترجمہ ہے۔ یہیں سے ظاہر کہ جناب کو معمولی عربی بھی نہیں آتی کہ سمجھ لیتے کہ **کم** یہاں محل جر میں مضاف الیہ ہے تو اس کا ترجمہ تمہارے ہوا نہ کہ تم۔

اقول وباللہ التوفیق ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ظاہر صورت بشری'' کلام پر زائد ہے اس لیے کہ پر ظاہر کہ **انّما انا بشر مثلکم** (میں تم جیسا بشر ہوں'' میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے ارکان چار ہیں: مشبہ۔ مشبہ بہ۔ اداۃ تشبیہ اور وجہ تشبیہ۔ اب میں تم جیسا بشر ہوں''

میں بشریت حضور مشبہ اور لوگوں کی بشریت مشبہ بہ اور جیسا اداۃ تشبیہ ہے۔ رہی وجہ تشبیہ تو وہ لفظ میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے اور محذوف حقیقت میں لفظ ہے شرح جامی میں ہے **والمحذوف لفظ حقیقة الخ**۔ اور محذوف حقیقۃً لفظ ہے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ یہ ترجمہ میں زیادتی ہوئی۔ یا اس محذوف وجہ تشبیہ کا اظہار ہوا جو جزو تشبیہ ہے اور جس کے بغیر کلام صحیح نہیں۔ اسی منہ سے عربی پڑھانے چلے تھے، پھر یہ کہ آیہ کریمہ میں **بشر مثلکم** خود اس وجہ تشبیہ کے محذوف ہونے پر قرینہ ہے جو یہ سمجھا رہا ہے کہ تشبیہ ظاہر بشریت میں ہے نہ کہ باطن وروح میں مگر سمجھنے کا قرینہ تو چاہئے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ جبکہ وجہ تشبیہ یہاں ضروری اور اس پر خود قرینۂ لفظیہ موجود تو شاہ رفیع الدین شاہ عبدالقادر علیہما الرحمۃ کے ترجمے میں اور ترجمہ رضویہ میں سوائے اس خصوصیت کے کہ ترجمہ رضویہ میں وجہ تشبیہ صراحۃً مذکور ہے اور ان دو میں نہیں کیا فرق ہوا **ولکن الوھابیة قوم یجھلون**۔

یہ تو اس صورت پر تھا جب بشریت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشبہ بنائیں اب اگر کہو کہ بشر خود معنیٰ وجہ تشبیہ ہے تو اس صورت میں ''ظاہر صورت بشری'' اس وجہ تشبیہ کی تفسیر ہوگی کہ یہاں بشریت میں تشبیہ محض باعتبار ظواہر اور اعراض بشری کے ہے نہ کہ باعتبار کل وجوہ کے بلکہ ذہین وفطین پر روشن کہ یہ بشر کے وجہ تشبیہ ہونے کی طرف اشارہ کے ساتھ اس کے معنیٰ کا بطرز لطیف بیان بھی ہے اس لیے کہ بشر میں ظہور ملحوظ ہے۔ شرح شفا میں ہے: **وسموا بشرًا لظھور جلودھم لان البشرۃ ظاھر الجلد** یعنی انسان کو بشر اس کے جلد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں اس لیے کہ بشرہ ظاہر جلد ہے تو اسے زیادتی کہنا زیادتی ہے۔ کوئی معقول آدمی ہوتا تو امام احمد رضا کا شکر گزار ہوتا کہ ایسا ترجمہ فرمایا کہ جس نے شبہات کا ازالہ کر دیا اور اس خصوصیت کو سمجھتا کہ ان کا ترجمہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ مختصر اور جامع تفسیر بھی ہے جو اس کے دیکھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں دیدہ ریزی کی مشقت سے بچا لیتی ہے مگر معترض سے اس کی کیا امید۔ ع

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اب چلو میں تمہارا جی رکھنے کو یہ تسلیم کرلوں کہ تمہارے بقول ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھادیئے مگر اے عقلمند ہر زیادتی ناجائز نہیں ہوتی۔ زیادتی وہ ناجائز ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر صحت کلام موقوف ہو وہ حقیقت میں زیادتی ہی نہیں چہ جائیکہ ناجائز ہو۔ اور یہاں تم جسے زیادتی سمجھے ہو وہ زیادتی ضروری ہے اور خود اس کی ضرورت اس کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور سے فرماتا ہے قل انّما انا بشر مّثلکم یعنی تم فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں اور حضور کی ازواج مطہرات سے فرمایا یا نساء النبی لستن کأحد من النساء اے نبی کی بیبیو تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو بھلا کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے کہ نبی تو ہم جیسے بشر ہوں اور نساء نبی جنہیں ساری فضیلت وبرتری نساء نبی ہو کر ملی وہ کسی کی طرح نہ ہوں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لست کھیئتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں لست کأحد منکم میں کسی جیسا نہیں ایکم مثلی۔ تم میں کون مجھ جیسا ہے۔ تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ سرکار نے بشریت کا انکار فرمادیا: والعیاذ باللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس تعارض کا کیا تدارک ہوگا ظاہر کہ یہاں ترجیح کی طرف راہ نہیں تو لامحالہ تطبیق ضروری اور وہ اسی طرح ہوگی کہ مثلیت کا اقرار باعتبار ظاہر جسمیت واعراض کے ہو اور مثلیت کا انکار باعتبار باطن وروح محمدی کے ہو۔ دور کیوں جاؤ۔ اسی آیت کو لے کر جسے تم لوگ بشر کہنے کی دلیل بنائے ہوئے ہو خود اس میں اس پر دلیل موجود ہے۔ ہم سے سنو قل انما انا بشر مثلکم کے متصل ہی فرمایا گیا: یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ یہ ارشاد خود فرق کی روشن دلیل ہے۔ اور اس وجہ تطبیق کی طرف راہ نما ہے جو امام احمد رضا نے ''ظاہر صورت بشری'' فرما کر افادہ فرمائی اس لیے کہ پر ظاہر کہ وہ ہی ایسا باطنی امر ہے کہ اس کی خبر ماوشما کو تو کیا ہوتی صحابہ کرام نے بھی اس کے نزول کو نہ دیکھا بلکہ منزل دنی میں جو وحی ہوئی اس سے تو خود وحی لانے والے جبریل امین بھی بے خبر ہیں: قال تعالیٰ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ۔ تو اللہ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ آیت کریمہ میں عبدہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اوحیٰ کی

ضمیر اسم جلالت کی طرف راجع ہے کما افادہ فی الشفاء عن جماعۃ من المفسرین وایدہ تو جب وحی ایسا باطنی امر ہے تو لامحالہ اس باطن کے لیے اسی جیسا باطن سرکار کے لیے ضروری جو تمام بشر کے بواطن سے اعلیٰ ہو اور جب وہ باطن سرکار کے لیے ثابت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اس باطن وروح کے اعتبار سے بشر سے جدا ہونا ضروری امر ہوا اور تشبیہ محض باعتبار ظاہر کے رہ گئی اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا ابا بکر لم یعر فنی حقیقۃ غیر ربی کذافی مطالع المسرات۔ یعنی اے ابوبکر میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا اور یہی مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے جو ارشاد ہوا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل۔ اللہ کے ساتھ میرا ایک وہ وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش نہ کسی نبی مرسل کی مجال۔ اس پر شرح شفا میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا فرمان واجب الاذعان سننے کے قابل ہے۔ فرمایا:

والتحقیق ان المراد بالنبی المرسل ذاتہ الا کمل فانہ مقام جمع الجمع یفنی عن ذاتہ ومقاماتہ ویستغرق فی مشاھدہ ذات اللہ و صفاتہ اھ

''یعنی تحقیق یہ ہے کہ مراد نبی مرسل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کاملہ ہے اس لیے کہ حضور مقام جمع الجمع میں اپنی ذات ومقامات سے فنا ہو کر اللہ کی ذات صفات کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔''

علامہ علی قاری کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے لیے ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں خود انہیں کی بشریت حاضر نہیں ہوتی بھلا جس کا باطن ایسا ارفع واعلیٰ ہو اس میں سوائے مشابہت ظاہری کے اور کیا متصور ہو۔ اسی لیے علمائے کرام نے مشابہت صرف حضور علیہ السلام کے ظاہر میں رکھی وہ بھی بایں معنیٰ کہ حضور پر بعض اعراض وامراض بشری طاری ہوتے ہیں نہ کہ حسن وصورت میں کہ وہ تو سب سے اعلیٰ ہے اور جس طرح ان کا باطن سب سے ارفع ہے اسی طرح تمام انبیاء کے بواطن تمام بشر سے اعلیٰ

ہیں، شفا میں ہے: فظواهرهم واجسادهم متصفة باوصاف البشر طارئ علیها ما یطرأ علی البشر من الاعراض والاسقام والموت والفناء و لغوت الانسانیة وارواحهم وبواطنهم متصفة باعلیٰ من اوصاف البشر متعلقة بالملأ الاعلیٰ متشبهة بصفات الملائکة سلیمة من التغیر والاٰفات لا یلحقها غالباً عجز لبشریة ولا ضعف الانسانیة الخ

''یعنی انبیاء کے ظواہر اور ان کے اجسام اوصاف بشری سے متصف ہیں ان پر وہ طاری ہوتا ہے جو بشر پر طاری ہوتا ہے یعنی اعراض وامراض وموت اور انسانی احوال اور ان کی ارواح وبواطن ان اوصاف سے متصف ہیں جو بشر کے اوصاف سے اعلیٰ ہیں اور صفات ملائکہ کے مشابہ ہیں تغیر وآفات سے محفوظ ہیں کہ انہیں عجز بشریت اور ضعف انسانیت نہیں لاحق ہوتا''۔

نسیم الریاض شرح شفا میں ہے:

(فجعلوا من جهة الاجسام والظواهر مع البشر) ای موافقین لهم فی صورتها (ومن جهة الارواح والبواطن مع الملائکة) ای متصفین بصفاتهم وهٰذا دلیل علی ان ظاهره ﷺ بشری وباطنه ملکی ولذا قالوا ان نومه علیه الصلوٰة والسلام لا ینقض وضوءه کما صرّحوا به ولا یقاس علیه غیره من الامة کماتوهم وتوضؤه ﷺ استحباباً اوتعلیماً لامته اولعروض مایقتضیه۔ نیز اسی میں ہے

لانه ﷺ بشری الظاهر ملکوتی لایتجلی باحوال البشر الااذاامره الله تعالیٰ بها لنتأسی به امته و تتشرف بما رضیه له فعده ﷺ من البشر کعد الیاقوت من الاحجار۔

''یعنی انبیاء کرام اپنے ظواہر واجسام کی جہت سے بشر کے ساتھ کیے گئے یعنی ظاہر صورتِ بشری میں بشر کے مشابہ ہوئے اور اپنی ارواح وبواطن کی جہت سے ملائکہ کے ساتھ

رکھے گئے یعنی ان کی صفات سے متصف ہوئے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکوتی ہے۔ اسی لیے علماء نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند ناقض وضو نہیں اور آپ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ کسی کو وہم ہوا۔ اور نیند سے حضور کا وضو فرمانا استحبابی امر ہے یا امت کو تعلیم کے لیے ہے یا کسی ایسے امر کا عارض ہونا ہے جو وضو کا مقتضی ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر میں بشری ہیں باطن میں ملکوتی ہیں اور آپ بشری احوال سے اسی وقت متصف ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے تاکہ امت ان کی ریت پکڑے اور ان خصال حمیدہ سے مشرف ہو جو اللہ نے حضور کے لیے پسند فرمائے تو حضور کو بشر میں شمار کرنا ایسا ہے جیسا کہ یاقوت کو پتھر میں گننا''۔

ناظرین کرام دیکھیں کہ ان عبارتوں سے کیسا روشن کہ تشبیہ محض ظاہر کے اعتبار سے ہوسکتی ہے اور باطن کے اعتبار سے نہیں ہوسکتی۔ معترض بہادر یہ سنتے چلیں کہ امام احمد رضا کا وہ ترجمہ جسے انہوں نے اردو کے ترجموں کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علماء کے نزدیک نہ صرف یہ کہ صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ہر غیر مشہور غلط نہیں ہوتا محض تنزل تھا اور اردو کے ترجموں کی ہی حد تک تھا نیز ان ارشادات کے پیش نظر ترجمہ رضویہ کو دیگر تراجم پر فوقیت ظاہر جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے تو اس کے مقابل دیگر تراجم کو لانا جہل ہے **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

''معترض میں ہمت ہے تو اب ان علماء کو وہ الزام دے جو سرکار امام احمد رضا کو دیئے۔ کوئی بعید نہیں کہ انہیں بھی کہنے کی جرأت کر بھاگو۔ مگر پہلے اپنوں کی تو خبر لو۔ سنو یہ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کیا فرما رہے ہیں **وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ** کے تحت تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں

''یعنی البتہ ہر حالت آخر بہتر باشد ترا از معاملت اول تا آنکہ بشریت ترا اصلاً وجود نہ ماند وغلبۂ نور حق بر تو علی السبیل الدوام حاصل شود'' اھ

یعنی ہر آئندہ حالت تیرے لیے معاملۂ گزشتہ سے بہتر ہوگی یہاں تک کہ تیری

بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے اور ہمیشہ کے لیے تیرے اوپر نورِ حق کا غلبہ ہو۔ معترض صاحب یہ تو بہت اونچی ہوگئی۔ آپ نے تو امام احمد رضا کو محض اتنی سی بات پر کہ انہوں نے ''ظاہر صورتِ بشری'' فرما دیا تو یہ الزام دے دیا کہ معاذ اللہ سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثنا امام احمد رضا کے نزدیک خدا ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''دوسرے ظاہر صورت بشری میں تو پیارے پیغمبر دوسرے انسانوں کی مانند انسان ہیں حقیقت میں کیا ہیں یہ نہیں بتلایا اگر انسان کے علاوہ فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق مانا جائے تو توہین ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے درجہ میں بلند ہے اس لیے سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ظاہر میں بشر ہیں حقیقت میں خدا ہیں۔''

ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔ کافر سب کو کافر ہی سمجھتا ہے۔ مگر شاہ صاحب تو معترض کے طور پر بشریت حضور ہی سے منکر ہو گئے۔ اب انہیں بھی یہی الزام دے ورنہ ان کے بچاؤ کی کیا تدبیر ہے بتائیے؟

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر — اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ابھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا ہو تو اور سنئے۔ یہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کی قصیدہ بردہ کی شرح عطرۃ الوردۃ میں رقم طراز ہیں:

منزه عن شريك فى محاسنه
فجوهرالحسن غيرمنقسم

(جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں بالذات اور کوئی ان کا شریک ہو بلکہ تمام خوبیوں کے آپ مستقل مالک ہیں اوروں میں جو خوبیاں ہیں آپ کی خوبیوں کا ظل ہے کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔'' الخ

معترض صاحب یہ تو تمہیں اور کڑوی لگنی چاہیئے کہ اس میں تو سرے سے تشبیہ ہی کی نفی ہے مگر دیوبندی کی شرم رکھنے کو کچھ فتویٰ صادر نہ کرو گے یہی ذوالفقار علی اس کتاب کے آخر میں اپنے قصیدۂ نعتیہ میں کہتے ہیں ع

ما مثل احمد فی الوجود کریما

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مثل وجود میں کوئی کریم نہیں۔) ظاہر ہے کہ کرم ایک باطنی وصف ہے جس میں حضور کے مثل کی نفی کی ہے۔ للہ انصاف۔ جب حضور کے وصف باطنی میں کوئی آپ کا مثل نہیں تو اب مثلیت سوائے ظاہر کے کاہے میں رہ گئی کیوں معترض بہادر اب کیا یہی ٹھہرائی ہے کہ ہم کہیں تم نہ کہو **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

آگے میلاد گوہر کے اشعار نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ:

''ان شعروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا کا اوتار ظاہر کیا گیا ہے اگر امام احمد رضا اس کو تسلیم نہیں کرتے تو انہوں نے ترجمہ میں ''ظاہر صورت'' کے الفاظ کیوں بڑھائے۔''

بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کیا کہ ''ظاہر صورت'' کی قید ضروری جس پر صحت کلام موقوف اور اسی سے آیات واحادیث کے درمیان تطبیق حاصل اور اپنے مفید مطلب عبارات خصوصاً شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا فرمان واجب الاذعان اور آخر میں ذوالفقار علی دیوبندی کی عبارت پیش کی۔ کسی کے خلاف شرع شعر سے امام احمد رضا پر کیا الزام۔ نہ اس ''ظاہر صورت'' سے اس شعر کو تسلیم کرنا لازم اور اگر معترض کے نزدیک یہی ہے کہ ظاہر صورت'' کی قید سے مذکورہ اشعار کا تسلیم کرنا لازم ہے تو شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور اس دیوبندی سے بھی پوچھے کہ اے شاہ صاحب اگر تم ان کو تسلیم نہیں کرتے تو تم نے کیوں کہا کہ ''تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے اور اے دیوبندی صاحب تم نے حضور کے مثل کی نفی کیوں کی۔ معترض بہادر پھر بے دیکھے تیر چلا گئے۔

تنبیہ:۔ میلاد گوہر سے معترض نے یہ شعر بھی نقل کیا:

ادب سے زباں تھام کر رہ گیا میں — حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے

اس شعر میں کوئی حرج نہیں اس سے معترض کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو اسے ذکر کرنا طرفہ جہالت ہے۔ نیز اس شعر کو بھی معترض نے جائے اعتراض میں رکھا ہے جو یہ ہے:

ندا تھی کہ سرکار تشریف لاؤ — دو عالم کے مختار تشریف لاؤ

یہ شعر ہمارے نزدیک صحیح ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہابیہ نہ مانیں تو ہماری بلا سے جہنم میں جائیں۔ پھر لکھتے ہیں:

''اگر کوئی صاحب کہدیں کہ ''ظاہر صورت'' اس لیے بڑھایا گیا ہے تا کہ کوئی دھوکہ نہ کھا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی پناہ بالکل دوسرے انسانوں کی مانند کمالات سے خالی ہیں یہ کہنا جہالت ہے کیوں کہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے وہ آپ کے فضائل پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ایمان نہیں ان کے لیے یہ وضاحت بیکار ہے۔''

اقول اوّلاً ہرگز بیکار نہیں اس لیے کہ ایمان والوں میں زیرک و نادان سبھی ہیں اور نادان کے لیے یہ وضاحت ضروری اگرچہ زیرک کے لیے ضروری نہیں اور بے ایمان کے لیے یہ قید اس کے منہ میں لگام لگانے کے لیے ہے۔ **ثانیاً** معترض نے خود ہی صاف کہہ دیا کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے وہی ہیں جن کا فضائل حضور پر ایمان ہے۔ معترض بہادر اسمٰعیل دہلوی تو سب بندوں کو بڑے یا چھوٹے عجز و نادانی میں برابر کہہ چکے اور یہ کہہ کر فضائل نبی سے مکر چکے اور تم خود قبول کر چکے کہ جس کا قرآن مجید پر ایمان ہے الخ تو بولو تم اور تمہارا امام بے ایمان ہوئے کہ نہیں پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے الخ **ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم** آگے کہتے ہیں کہ:

''سوال ہوتا ہے کہ اگر ترجمہ میں صرف بشر لے آتے تو حرج کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہنا کافروں کا طریقہ بتلا چکے ہیں۔'' الخ

اقول:- جی کافروں کا طریقہ نہیں تو آپ کے نزدیک مومنوں کا طریقہ ہوگا۔ ذرا بتائیے کون سی آیت کون سی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے سرکار کو اپنا جیسا بشر کہا: **قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔** پھر لکھا:

''رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر اور کائنات و جنت و دوزخ رزق و خیر کا مالک و قاسم بتا چکے ہیں اور حضور کو اپنا مجازی رب اور اپنے کو ان کا بندہ کہہ چکے ہیں'' الخ

قولہ ''اور رسولِ اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر'' اللہ اللہ بقلم خود توحید پرستوں کو

حضور کے مظہر الٰہی ہونے پر بھی اعتراض ہے جن کی شان یہ ہے کہ **من راٰنی فقد راٰ الحق** جس نے مجھے دیکھا اس نے اپنے اللہ کا جلوہ دیکھا۔ معترض بہادر اگر بندے کا مظہر صفات الٰہی ہونا ناجائز ہے تو **تخلقوا باخلاق اللہ**۔ اللہ کے اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جاؤ کا کیا مطلب ہوگا اور مشکوٰۃ کی اس مشہور حدیث کا کیا معنیٰ بیان کیجئے گا جس میں وارد ہوا

ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا و رجلۃ التی یمشی بھا۔

''یعنی بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے چاہتا ہوں تو جب میں اسے چاہتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔''

اللہ کے کان آنکھ ہاتھ پیر نہیں تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہے معترض صاحب بتائیں۔ معترض بہادر جب اللہ کے کان آنکھ ہاتھ پیر نہیں تو سوائے اس کے کیا کہیے گا کہ بندہ اللہ کے صفات سمع و بصر وقدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اچھا معترض بہادر ہماری نہ مانو تو اپنے امام کی سنو۔ وہ صراط مستقیم میں رقم طراز ہیں:

''پس صفات اگرچہ فی حد ذاتہا مستغنی از مظاہر است لیکن بنا بر اقتضائے حکمت الٰہیہ باوجود استغنا در مظاہر مختلفہ کہ عبارات از مخلوقات است ظہور نمود الخ''ملتقطا

لوتم تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے صفات کا مظہر کہنے پر معترض ہو امام الطائفہ نے تو ساری مخلوق کو مظاہر صفات کہہ دیا۔ ہماری تائید ہوئی۔ وللہ الحمد۔ معترض بہادر اب امام الطائفہ کو کیا کہتے ہیں: **کذالك العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون**۔

قولہ ''اور کائنات وجنت ودوزخ رزق وخیر کا مالک وقاسم بتا چکے ہیں'' الخ

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک وقاسم ہیں۔ ان کے رب نے انہیں مالک بنایا قال تعالیٰ انّا اعطینا ك الکوثر ــــ بے شک اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔ مدارج النبوۃ میں فرمایا:

''مراد بداں خیر کثیر است ودر دنیا وآخرت الخ

''مراد اس سے دنیا وآخرت کی کثیر نعمتیں ہیں۔''

رہی یہ بات کہ امام احمد رضا اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بندہ لکھ چکے ہیں تو یہ بے شک صحیح ہے۔ یقیناً ہر اہل ایمان کے لیے بندۂ سرکار مدینہ ہونا فخر ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ خود کو ان کا بندہ کہنا معاذ اللہ انہیں خدا کہنا ہے یہ معترض اور اس کی جماعت کی عقل کے شایاں ہے قرآن میں ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا گیا: وانکحو الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم واماء کم ''یعنی تم میں جو عورتیں بے شوہر ہیں ان کو بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور باندیوں میں جو لائق ہیں ان کا نکاح کر دو۔''

معترض بہادر اب یہی الزام خدا کو دو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ۔

''مسلمان پر اس کے بندے اور اس کے گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں۔''

یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسر منبر فرمایا:

کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت عبدہ وخادمہ

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میں تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمت گار تھا۔''

یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پر دادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابوحنیفہ وکتاب الریاض النضرۃ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصۂ خریداری بلال رضی

اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔ سیدنا صدیق اکبر نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کی ع

گفت مادو بندگان کوئے تو   کردمش آزاد ہم برروئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے: قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رّحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ انہ ھو الغفور الرحیم

''اے محبوب تم اپنی امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہوں کو بخشد یتا ہے۔ بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد   جملہ عالم را بخواں **قل یعباد**

طرفہ یہ کہ وہابیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بندہ ہے۔

معترض بہادر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر فاروق اعظم اور مولانا روم علیہ الرحمۃ کو بھی کیا شرک کا الزام دیں گے۔ نیز شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہیں گے۔ اور اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کے لیے کیا کہیں گے۔ اور سنیں محمود حسن دیوبندی، رشید احمد گنگوہی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ ع عبید سود کا ان کے لقب تھا یوسف ثانی

مرثیہ گنگوہی یعنی رشید احمد گنگوہی کے کالے غلام بھی یوسف ثانی ہیں۔ ان کے لیے بھی جواب سوچ رکھیں۔ آگے معترض صاحب بہادر منہ کھولتے ہیں۔

''اور بعض معتقد تو کھلے طور پر بشریت سے انکار کر چکے ہیں۔

اسی گروہ کے ہم نوا راز الٰہ بادی کہتے ہیں۔ شعر

تجھے کہہ سکوں بشر میں یہ کہاں مری حقیقت

میں زمیں پہ مر رہا ہوں تری عرش تک رسائی

بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضور کی بشریت سے منکر ہیں۔ خارج از اسلام ہیں وہ

ہمارے گروہ میں سے نہیں۔ ہم اہل سنت نہ بشریت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر اور تمہاری طرح نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل جو عجز و نادانی میں دوسروں کے برابر ہو۔ ہمارے نزدیک دونوں مردود جوان کی بشریت کا منکر ہو وہ بھی اور جو انہیں اپنا جیسا کہے وہ بھی۔ لیکن معترض بہادر آپ نے دعویٰ پر بطور سند جو شعر پیش کیا ہے اس کے بارے میں صرف اتنا کہنا ہے کہ اگر یہ انکار بشریت ہے تو شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کہ تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے بدرجۂ اولیٰ انکار ہوگا۔ حالا چہ می گویند علمائے ملت دیوبندیہ۔ آگے پھر جناب نے ماہر القادری کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

محمد مصطفی کی شان رفعت اور ہی کچھ ہے
بظاہر تو بشر ہیں اور حقیقت اور ہی کچھ ہے
پردۂ میم ہٹ گیا وصل حبیب ہو گیا
نور سے نور جا ملا صلّ علیٰ محمد

پہلا شعر ہمارے نزدیک بالکل درست ہے اور اقوال علماء کا جو ابھی گزرے عین مفاد ہے۔ ہاں دوسرا شعر البتہ ابہام سے خالی نہیں ضرور خلاف احتیاط ہے جس سے بچنا ضروری واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم پھر لکھتے ہیں:

''ان لوگوں نے ذاتی وعطائی کی منطق کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفات خداوندی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔'' الخ

معترض بہادر شروع سے آخر تک یہی الزام طرح طرح سے دہرائے جارہے ہیں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک خدا ہیں اور ہر مرتبہ ناکام ہوئے اور وہ الزام خود اپنوں کے سر لاد چکے ہیں۔ اب کہ نئی صورت میں یہ الزام دیا ہے اور اس مرتبہ بھی عقل کو ہاتھ سے دیا ہے۔ صاحب بہادر اللہ کی کوئی صفت عطائی نہیں کہ کسی کی دین ہو اس کی ہر صفت ذاتی ہے تو عطائی کو بھی اللہ کی صفت کہنا یہ وہ شرک ہے جس سے تم اپنے زعم میں بھاگ گئے تھے یہ دیکھو وہ تمہارے سر پر آرہا کیونکہ جب اللہ کی صفت بھی عطائی ٹھہری اور عطائی

غیر کی دین ہوتا ہے تو لازم ہوا کہ اللہ سے اوپر بھی کوئی ہو جس نے اسے صفات بخشیں والعیاذ باللہ العلی العظیم اور یہ عین شرک اور قاطع توحید ہے ''خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا'' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ذاتی اور عطائی کی تقسیم تو بے شک صحیح ہے اور اس کا اعتبار اجلہ علماء نے کیا ہے بلکہ خود معترض صاحب بہادر سے ہم قبولوا دیں گے کہ یہ تقسیم صحیح ہے ان شاء الکریم۔ ناظرین کرام انتظار کریں۔

''اخ،، کے ترجمہ پر اعتراض

معترض بھادر کی آبلہ فریبی

اب معترض بہادر آیۂ کریمہ / کذّبت قوم نوحٍ ن المرسلین اذ قال لھم اخوھم نوحٌالا تتقون کا ترجمۂ رضویہ جو یہ ہے (''نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے ہم قوم نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں'') لکھ کر یوں منہ کھولتے ہیں:

''اخ کا ترجمہ بھائی ہے جسے تمام ترجمہ کرنے والوں نے لکھا ہے۔'' الخ **اقول:** شاید معترض بیچارے کی نظر اردو کے ترجموں کی حد تک ہے جن میں ''اخ'' کا ترجمہ بھائی کر دیا گیا ہے۔ انہیں کیا خبر کہ ''اخ'' اور معانی کے لیے بھی آتا ہے۔ مثلاً صدیق، دوست اور صاحب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ کمافی القاموس والصراح۔

عالم کو ''اخو العلم'' کہتے ہیں قال الشاعر ع

اخو العلم حی خالد بعد موتہ

''یعنی علم والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے اپنی موت کے بعد'' کیوں معترض صاحب ''اخ'' کا ترجمہ بھائی ہے تو یہ ترجمہ آپ کے نزدیک صحیح ہوگا کہ علم کا بھائی کہا جائے۔ کبھی کسی شے پر ''اخ'' یا ''اخت'' کا اطلاق اس شے کے شئ دیگر کے ساتھ کسی امر میں مشارکت کی وجہ سے بھی کرتے ہیں۔ علمی کتابوں میں اس قسم کے اطلاقات بکثرت ہیں کمالا یخفی اور اسی قبیل سے عرب کا محاورہ ہے کہ وہ عربی کو اخوالعرب کہتے ہیں جس کا با محاورہ ترجمہ

عربوں کا ہم قوم ہی ہے یہاں لازم نہیں کہ **اخوالعرب** تمام عرب کا بھائی ہو۔ معلوم ہوا کہ ہر جگہ ''اخ'' کا ترجمہ بھائی نہیں ہوتا مگر ہمارے پنساری کے پاس سوائے ہلدی کی ایک گرہ کے اور ہے ہی کیا۔ وہ ہلدی کی گرہ یہ ہے کہ ''اخ'' کا ترجمہ بھائی ہے الخ مگر انہیں کون سمجھائے کہ **اخوهم** یہاں بھائی کے معنیٰ میں نہیں۔ اس لیے کہ یہ امر ہر شخص پر ظاہر ہے کہ حضرت نوح اپنی قوم میں ہر شخص کے بھائی نہ تھے اور یہاں آیت کریمہ میں **اخوهم** فرمایا گیا جو بمعنیٰ بھائی تمام قوم کی نسبت صحیح نہیں تو **لاجرم اخوهم اخوالعرب** کا ''اخ'' اور اس کی نظیر ٹھہرا اور اس لفظ سے **الواحد منهم** ان میں کا ایک مراد ہوا عام ازیں کہ قوم میں وہ فرد کسی کا نسبی بھائی ہو یا نہ ہو۔ مگر معترض بہادر خواہ مخواہ نوح علیہ السلام کو سب کا بھائی بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ آخر ان کے امام الطائفہ کے دھرم پر بڑے بھائی جو ٹھہرے۔ معترض صاحب میری نہ مانیں۔ اپنے مبلغ علم بیضاوی کی تو مانیں۔ اسی بیضاوی میں **والیٰ عاد اخاهم هوداً** کے تحت ہے:

(هوداً) عطف بیان لاخاهم والمراد به الواحد منهم کقولهم یا اخاالعرب للواحد منهم الخ

''یعنی اخاهم سے مراد ان میں کا ایک ہے جیسے عرب کہتے ہیں اے برادر عرب اپنے میں سے ایک کے لیے۔''

معترض بہادر نصوص کا اپنے حقیقی معنیٰ پر چھوڑنا واجب ہے **کما قد عرف فی محلة** تاہم علامہ بیضاوی یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ مراد اس سے ان میں کا ایک ہے آخر یہ کہنے کی کیا ضرورت درپیش ہوئی۔ یہی نا کہ یہاں ''اخ'' بمعنیٰ بھائی سب کی نسبت صحیح نہیں معترض بہادر اب اپنا اعتراض قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ پر بھی جڑ دیجئے کہ ''اخ'' کا معنیٰ تو بھائی ہے آپ نے یہ کیا کہہ دیا کہ **المراد به الواحد منهم الخ ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم** اب معترض صاحب آگے لکھتے ہیں:

''مگر بریلویوں کے مجدد پیغمبروں کو بھائی کہنا توہین قرار دے چکے ہیں۔'' الخ

بے شک پیغمبروں کو بھائی کہنا توہین ہے۔ یہ بات ہر ذوق ایمانی والا جانتا سمجھتا ہے۔ امام احمد رضا کوئی بات اپنے دل سے گڑھ کر نہیں فرماتے۔ وہ جو کچھ فرمارہے ہیں ان سے پہلے ان کے پیش رو علماء وہی فرما چکے ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ان کے سلف موجود ہیں سنو یہ علامہ طاہر فتنی مجمع بحارالانوار میں فرمارہے ہیں: "وح اعبدالله ربکم واکرموا اخاکم ارادنفسه ﷺ هضما لنفسه ای اکرموامن هوبشر مثلکم لما اکرمه الله تعالیٰ بالوحی اه

"یعنی اللہ کو پوجو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو تواضعاً مراد لیا یعنی اس کی تعظیم کرو جو بشریت میں تم جیسا ہے اس لیے کے اللہ نے اس کو وحی سے عظمت بخشی ہے۔"

دیکھو کیسا صاف بیان ہے کہ حضور نے تواضعاً خود کو بھائی فرمایا اور ہر ایمان والا جانتا ہے کہ آقا اپنے لیے جو چاہیں تواضع کے بطور فرمائیں۔ غلام کو اس میں دخل کرنے کی کیا مجال لاجرم۔ مدارج النبوۃ میں فرمایا: ۔ترجمہ

"یہاں ادب کا ایک اصول ہے جسے بعض اسفیا واہل تحقیق نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر جناب ربوبیت سے نبی کی شان میں کوئی خطاب یا عتاب یا سطوت وسلطنت و استغنا وتعالیٰ کا اظہار ہو یا جانب نبوت سے عبودیت وانکسار ومسکینی وافتقار کا مظاہرہ ہو تو ہمیں نہ چاہیے کہ اس میں دخل کریں اور اشتراک ڈھونڈیں بلکہ حد ادب پر دم بخود ٹھہریں۔ آقا کو پہنچتا ہے کہ بندہ سے جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے اور استعلا واستیلا فرمائے۔ اور بندہ بھی آقا کے حضور فروتنی وبندگی کرتا ہے دوسرے کی کیا مجال کہ اس مقام میں دخل کرے اور حدِ ادب سے باہر جائے اور یہ مقام بہت سے ضعیف العقل اور جاہلوں کی لغزش اور ان کے ضرر کا سبب ہے اور اللہ ہی سے حفاظت واعانت ہے۔"

معترض بہادر یہ لیجئے ہم نے علامہ طاہر فتنی کی مجمع بحارالانوار سے دکھا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود کو صحابہ کا بھائی کہنا تواضع تھا اور مدارج النبوۃ سے ثابت کیا کہ انبیاء جو کچھ تواضعاً فرمائیں اس میں ہمیں دخل جائز نہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ حدیث سے آپ کے استدلال کی

راہ مسدود ہوئی۔اب معترض صاحب بہادر کسی معتبر کتاب سے علامہ طاہر فتنی کے خلاف ایک عبارت ہی لا کر دکھا دیں اور اگر نہ لاسکیں تو اپنا عجز مان کر اس مسئلہ کا اجماعی ہونا تسلیم کریں اور یہ بتاتے چلیں کہ خارق اجماع کا حکم کیا ہے؟ اب سابقہ عبارت کے متصل ہی لکھتے ہیں :

''اس لیے قرآن مجید میں اخ کا ترجمہ ہم قوم کیا ہے جو محض جاہلوں اور کم علموں کو دینا ہے ورنہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ اگر پیغمبر کو بھائی کہنا توہین ہے تو ہم قوم یعنی اپنی قوم بتلانا بھی توہین ہونا چاہیے۔''

ہم نے ثابت کیا کہ نبی کو بھائی صرف امام احمد رضا ہی کے نزدیک نہیں۔ بلکہ متقدمین کے نزدیک بھی توہین ہے۔اب قاضی بیضاوی پر جنہوں نے **اخوھم** سے ہم قوم مراد لیا ہے اور ان علماء پر جنہوں نے بیضاوی کے قول کو مقرر کیا یہی اعتراض جڑیئے اور انہیں بھی دھوکہ بازی کا الزام دیجئے۔نہیں بلکہ خدا سے بھی کہیے کہ اس نے نبی کو کافروں کا ہم قوم بتا کر نبی کی توہین کیوں کی **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

معترض بہادر کو ابھی یہی تمیز نہیں کہ بعض بات خود توہین ہوتی ہے اور اس کا اطلاق جائز نہیں ہوتا اور پیغمبر کو بھائی کہنا ایسا ہی ہے کہ اس کا اطلاق ہی نبی پر جائز نہیں جیسا کہ مجمع بحار الانوار سے مستفاد ہوا اور بعضی بات خود توہین نہیں ہوتی بلکہ اگر معرض توہین میں کہی جائے تو توہین ہوتی ہے اور یہاں **اخوھم** جس سے قطعاً ہم قوم مراد ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے اور قاضی بیضاوی کی شہادت اس پر دی معرض توہین میں نہیں کہا گیا بلکہ اس سے کافروں پر ہی طعن مقصود کہ انہوں نے اپنے ہی قوم کے ایک جانے پہچانے ہوئے کی جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا تکذیب کی۔معترض بہادر کی یہ ابلہ فریبی دیدنی ہے کہ انہوں نے ایسی بات کو جو توہین نہیں ہے اپنی بات بنانے کے لیے اسے بھی توہین بنا لیا۔**ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

"ذنب" کے ترجمہ پر اعتراض

معترض بہادر اب سورۂ فتح کی آیت کریمہ انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ویتم نعمته علیك الخ۔ ترجمۂ رضویہ جو یہ ہے (بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے) ملخصا بقدر الحاجة۔ لکھ کر یوں منہ کھولتے ہیں:

"اس ترجمہ میں لام کو سببیہ مان کر تمہارے سبب سے کہنا درست ہوسکتا ہے مگر "ما تقدم من ذنبك وما تأخر میں گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے" الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے اور مفہوم بھی نہیں ہوسکتا۔" الخ جی ہاں الفاظ اتنے ہی ہیں جتنے آپ کو سوجھیں اور مفہوم وہی ہے جو آپ کی سمجھ دانی میں سما جائے اور جو اس میں نہ آئے وہ مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔ معترض بہادر امام احمد رضا کی دشمنی سلف کی دشمنی ہے۔ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سلف کا ارشاد ہوتا ہے۔ علامہ ھبۃ اللہ ابن سلامۃ "الناسخ والمنسوخ" میں فرماتے ہیں:

وقد اختلف المفسرون فی قوله تعالیٰ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال جماعة ما تقدم من ذ نب قبل الرسالة وما تأخر بعدها وقال الاٰ خرون ما تقدم من ذنبك وما تأخر من ذ نوب امتك لأ نه یتب به علیٰ اٰدم وهو الشافع لامته فیمتن بذلك علیه وقال اٰخرون ماذ نبك ابیك ابراهیم وما تأخر من ذنوب النبین فیه یتبه ایضاً علیهم۔ الخ

"یعنی مفسرین کرام کا آیۂ کریمہ لیغفر لك الله الخ کے معنیٰ میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ رسالت سے پہلے اور اس کے بعد کے خلافِ اولیٰ امور مراد ہیں۔ اور دوسروں نے کہا کہ خدا آپ کے اگلوں اور آپ کے پچھلوں کے گناہ بخشدے۔ اس لیے کہ آپ کے سبب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور آپ اپنی امت کے شفیع ہیں تو اللہ اس فضیلت سے آپ پر احسان فرما رہا ہے اور دوسروں نے کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم اور ان

کے بعد کے نبیوں کے خلاف اولیٰ امور بخشدے۔اس لیے کہ حضور کے طفیل ان کی توبہ قبول ہوئی۔'' شفاء وشرح شفاء ملاعلی قاری میں ہے: ترجمہ:۔

''یعنی کہا گیا کہ مراد اس سے خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو ہے اس بنیاد پر کہ مضاف مخذوف ہے اور کچھ نے کہا کہ مراد اس سے آدم علیہ السلام کی سابقہ لغزشیں ہیں اور آپ کی امت کے گناہ ہیں اس بنیاد پر کہ اضافت ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ہے **ولك بمعنیٰ لا جلك** ہے (یعنی تمہارے سبب سے الخ) اس قول کی حکایت فقیہ امام ابواللیث سمرقندی جو اکابر حنفیہ میں سے ہیں اور امام عبدالرحمٰن سلمی صوفی صاحب طبقات الصوفیہ اور تصوف میں تفسیر کے مؤلف نے ابن عطا سے کی۔امام مکی نے فرمایا کہ یہاں جو خطاب نبی علیہ السلام سے ہے وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ہے اضافت میں ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے یا مضاف کے مخذوف ہونے کی وجہ سے۔''

معترض بہادر صاحب یہ دیکھیے علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ وعلامہ سمرقندی سلمی ابن عطا اور مکّی سے کیا نقل فرماتے ہیں۔اور یہ علماء مذکورین کس طرح اسے وجوہ قرآن میں سے ایک وجہ بتارہے ہیں۔اور علامہ قاضی عیاض اور ملاعلی قاری دیگر وجوہ کی طرح کیوں کر اس وجہ کو بھی مقرر رکھ رہے ہیں۔اور اپنے اس صنیع جمیل سے بتارہے ہیں کہ قرآن اپنی جمیع وجوہ پہ حجت ہے۔ **کما فی التفسیر الکبیر و الزرقانی علی المواھب وغیرھما**۔

معترض صاحب بہادر اب تو کھل گیا کہ جسے آپ نے یہ کہہ کر رد کردیا تھا کہ الفاظ کا ترجمہ بھی نہیں ہوسکتا وہ وجوہ قرآن میں سے ایک وجہ ہے جسے ایسے جلیل القدر علماء نے افادہ فرمایا ہے۔معترض صاحب بہادر اب کہیے یہ اعتراض تو امام احمد رضا پر نہیں،علماء پر نہیں بلکہ خود قرآن پر ہوگیا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

اور آپ کی قرآن فہمی اور پیروی سلف کا بھرم کھل گیا۔مگر یہ کہ ع ؎

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

اب معترض بہادر اب دعویٰ مذکور کی دلیل دے رہے ہیں: ''کیوں کہ جب سب

اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف ہی ہو گئے تو سب جنتی ہو گئے۔ کسی کی تحقیق بھی مترجم نے نہیں کی ہے۔ پھر جہنمی کوئی نہ ہوگا۔ اس لیے صحیح ترجمہ ومفہوم وہی ہے جو دوسرے مفسرین و مترجمین نے اختیار کیا ہے۔"اھ

اقول: بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے دکھادیا کہ یہ قول مفسرین کرام کی ایک جماعت کا ہے جسے امام علام ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن سلامۃ اور امام قاضی عیاض اور علامہ علی قاری نے منجملہ دیگر اقوال کے مقرر کہا۔ معترض بہادر ان پر بھی اعتراض جڑ واور انہیں بھی پڑھاؤ کہ "صحیح مفہوم وہی ہے جو دوسرے مفسرین نے اختیار کیا ہے۔" معترض بہادر آپ سے یہ کون کہہ گیا کہ یہ حکم سب اگلوں اور پچھلوں کے لیے ہے خواہ مومن وموحد ہوں یا کافر وملحد ہوں۔ اجی یہ حکم انہیں کے لیے جو کفر وشرک سے دور ہوں بے شک ان کا مآل کار مغفرت ہے جیسا کہ تمام علمائے اہلِ سنت نے اس کی تصریح فرمادی ہے اور وہ مغفرت سرکار کے طفیل میں ہے۔ آگے معترض بہادر اپنی پرانی عادت کے مطابق شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ کا ترجمہ لکھ کر کہتے ہیں:

"دیکھیے شاہ صاحب نے نہ تو لام کو سببیہ مان رہے ہیں اور نہ اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لے رہے ہیں۔"

جی ہاں ابن عطا سمر قندی سلمی مکی ابن سلامہ قاضی عیاض ملا علی قاری ایک ایک کو شاہ صاحب کا ترجمہ دکھائیے۔ اور کہیے دیکھیے شاہ صاحب نہ تو لام کو سببیہ مان رہے ہیں اور نہ الخ پھر شاہ عبد القادر علیہ الرحمۃ کا ترجمہ لکھ کر کہتے ہیں کہ:

"اس جیسا ترجمہ اور دوسرے حضرات نے بھی کیا ہے۔"

ہاں ان سب علماء کو ان حضرات کے ترجمے دکھائیے اور ان سے کہیے کہ آپ سب پر ہمارے حضرات کی پیروی لازم ہے، یہ منہ اور پیروی سلف کا دعوی ع ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ آگے کہتے ہیں:

"اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے پیغمبر گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں پھر تمام پیغمبروں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ فرمایا کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش

دیئے گئے، کس لیے ہے۔ اس کا جواب دینے کے لیے وہ طریقہ غلط ہے جو طریقہ امام احمد رضا نے اختیار کیا ہے، ترجمہ میں تبدیلی کر دی۔'' الخ ملتقطاً

ان مفسرین کرام سے بھی فرمائیے کہ اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے وہ طریقہ غلط ہے جو تم نے اختیار کیا قرآن میں حذف مضاف مان کر الفاظ بڑھائے اور تحریف کا الزام انہیں بھی دیجیے جو امام احمد رضا کو دے چکے آگے معترض بہادر نے تفسیر بیضاوی سے آیت کریمہ کی دوسری توجیہ نقل کی ہے جو ہماری مذکورہ توجیہ کے منافی نہیں ہے۔

''نبی'' کے ترجمہ پر اعتراض

اب باذنہٖ تعالیٰ معترض بہادر کے دوسرے اعتراض کی خبر لیں جو انہوں نے لفظ نبی کے ترجمہ رضویہ پر کیا ہے۔ علم غیب کی بحث چھیڑی ہے۔ کہتے ہیں: ''نبی کا ترجمہ خاں صاحب نے '' ہر جگہ غیب کی خبر دینے والے ہی کیا ہے''۔ ہوسکتا ہے کہ کسی لغت میں نبی کے معنی غیب کی خبر دینے والا لکھے ہوں۔'' معترض بہادر کسی لغت میں لکھا ہو کیا مطلب لغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے مگر آپ کو لغات دیکھنے کی فرصت کہاں ہے۔ ہم سے سنئے۔ قاموس میں ہے: النّبیّ المخبر عن اللہ تعالیٰ وترك الھمز المختار۔ صراح میں ہے: نبیؐ پیغامبر الخ قاموس اور صراح کی عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والے اس کے پیغامبر کو کہتے ہیں۔ نیز المعجم الوسیط میں ہے النبی المخبر عن اللہ عزوجل۔ رہی یہ بات کہ نبی اللہ کی طرف سے کیسی خبر دیتا ہے۔

معترض بہادر سوچو تو نبی جو کچھ فرماتا ہے وہ شرک ہو تو نبی کے آنے اور اس کے بتانے کی حاجت ہے۔ بھلا بتاؤ تو صحیح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جنت و دوزخ تمام امور دین اگر غیب نہیں تو غیب پھر کس چیز کا نام ہے۔ بے شک یہ غیب ہے اور بے شک نبی اللہ کی طرف سے غیب ہی لاتا ہے۔ **لاجرم المنجد** میں اسی لیے کہا:

(النُّبُوۃُ والنّبوۃ) الاخبار عن الغیب اوالمستقبل بالھا م من

اللّٰہ۔ الاخبار عن اللّٰہ وما یتعلق بہ تعالیٰ (النّبیٔ والنّبی) المخبر عن الغیب او المستقبل بالھام من اللّٰہ۔ المخبر عن اللّٰہ وما یتعلق عن اللّٰہ تعالیٰ۔

اس کا ترجمہ اپنے ہی مستند عبد الحفیظ بلیاوی سے سنئے وہ مصباح اللغات میں رقم طراز ہیں: **(النّبؤۃ والنّبوۃ)** اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانا پیشن گوئی کرنا۔ خدا کی طرف سے پیغامبری۔''

معترض بہادر کاش اپنے بلیاوی صاحب کی مصباح اللغات ہی دیکھ لیتے۔

معترض صاحب اب اس کا ثبوت لیے چلیے کہ وہ معنیٰ جو لغت میں بیان ہوئے شرعاً بھی معتبر ہیں۔ سنئے علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں: **ھو بمعنی فاعل من النبأ الخبر لانہ انبأ عن اللّٰہ۔** ''یعنی بمعنی فاعل کے بناء بمعنیٰ خبر سے ہے۔اس لیے نبی اللہ سے غیب کی خبر دیتا ہے۔'' اور سنئے علامہ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

والنبیٔ با لھمزۃ المخبر عن اللّٰہ وقیل بمعنی مفعول ای اخبرہ اللّٰہ تعالیٰ بامرہ وقیل اشتق من النبیّ لرفعۃ منازلھم وقیل النبی الطریق سمیّ بذلك لا نہ الطریق الی اللّٰہ تعالیٰ الخ ملتقطاً.

''یعنی نبی با لہمزہ اللہ سے خبر دینے والا اور کہا گیا کے مفعول کے معنی میں ہو۔یعنی اللہ نے اسے اپنے راز کی خبر دی اور کہا گیا کہ نبیٔ بمعنیٰ نبۂ سے مشتق ہے۔انبیاء کے بلند منازل اور مراتب کی وجہ سے اور کہا گیا کہ نبی راستہ ہے نبی کا نام نبی اس لیے رکھا گیا کہ وہ اللہ کا راستہ ہے۔''

کیوں معترض بہادر تمہارے نزدیک تو نبی موٹی موٹی باتیں بتاتا ہوگا جو سب کو معلوماً ہوں۔ اللہ نے اسے ایسی ہی باتیں بتائی ہوں گی جبھی تو وہ اور سب عجز و نادانی میں شریک ہو گئے اور انہیں معمولی باتوں کی بنا پر اللہ کے یہاں نبی کی منزل بلند ہوگئی اور معاذ اللہ وہ بایں نادانی اللہ کا راستہ ہوگیا۔ **وما قدرو اللّٰہ حق قدرہٖ۔** اور سنئے شفا و شرح شفا میں ہے:

فالنبوۃ فی لغۃ من ھمزۃ ما خوذۃ من النبأ وھوالخبر وقدلاتھمز علیٰ ھٰذاالتا ویل والمعنی ان اللہ اطلعہ علیٰ غیبہ ای بعض مغیبا تہ وغیبہ المختص بہ من عندربّہ الخ ملتقطاً۔

''یعنی نبوۃ بناء بمعنیٰ خبر سے اس کی لغت میں جو اسے مہموز پڑھے۔ اور کبھی ہمزہ کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی اسی معنی میں اور معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو غیب پر مطلع فرمایا بعض غیب پر مطلع فرمایا ان غیوب پر مطلع فرمایا جو نبی کا اس کے رب کی طرف سے خاصہ ہے۔''

زرقانی میں: النبوۃ الا طلاع الغیب۔ نبوت غیب پر اطلاع ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

''مگر شریعت کی اصطلاح میں نبی اللہ کے ایسے بندے کو کہتے ہیں جس پر وحی اُترتی ہو۔'' الخ

اس کا جواب اب لیے چلیے کہ نبی بمعنی غیب کی خبر دینے والا وغیب جاننے والا۔ یہ معنیٰ بھی شرعی ہے جیسا کہ عبارت علماء بلکہ خود قرآن سے روشن ہوا، **ثانیاً** آپ کے کلام سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ معنیٰ مذکور کے شرعی ہونے کے منکر ہیں حالانکہ علماء فرمارہے ہیں بلکہ خود قرآن اس معنیٰ کا اثبات فرمارہا ہے۔ معترض بہادر اپنے سینے پر دم کیجئے۔ **الا لعنۃ اللہ علیٰ الکاذبین۔** ثالثاً۔ ذالك من انباء الغیب نوحیه الیك الاٰیۃ سے روشن ہے کہ وحی غیب کی ہوئی اور وحی خود غیب ہے۔ جسے حاضران بارگاہ رسالت نے بھی اُترتے نہ دیکھا۔ تو وہ تعریف جو نبی کی آپ نے بے سوچے سمجھے لکھ دی ہے۔ وہ نبی کے معنیٰ مذکور کے کیا منافی ہوئی بلکہ نبی اور رسول کی دونوں تعریفوں سے صاف ظاہر کہ غیب جاننا دونوں کا مفہوم و ماہیت ہے کہ نبی اور رسول وہ ہو ہی نہیں سکتا جو غیب نہ جانے۔ یہ خود ظاہر ہے مگر آپ کو سمجھ کہاں ع **ولیس یصح فی الا عیان شیئ۔ اذاحتاج النھار الیٰ دلیل۔**

آگے لکھتے ہیں: ''اب خاں صاحب کو شرعی اصطلاح سے ضد تھی تو نبی کا ترجمہ نبی ہی کر دیتے۔''

مذکورہ بالا بیان سے خوب روشن ہو گیا کہ شریعت سے ضد کس کو ہے۔ اپنا الزام دوسرے کے سر دھرتے ہوئے ذرا بھی تو شرمایئے۔ ہاں یوں کہیے کہ امام احمد رضا کو آپ کی گڑھی ہوئی شرعی اصطلاح جس سے نبی کی نبوت ہی نہیں رہتی۔ ایسی اصطلاح سے ضرور ضد

ہے۔ پھر لکھتے ہیں: ''جب نبی کا ترجمہ غیب کی خبر دینے والا ہے پھر اصل لفظ کی کیا ضرورت باقی رہی۔'' **اقول**۔ نبی کے مقدمہ فتح الباری میں یہ معنیٰ بیان ہوئے۔ اللہ کی طرف سے غیب کی خبر دینے والا۔ اللہ نے جسے اپنے اپنے راز کی خبر دی بلند رتبے والا اللہ کا راستہ اور ان معانی میں باہم منافاۃ نہیں تو یہ سب نبی سے مراد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا امام احمد رضا نے آپ کے بقول آپ کی شرعی اصطلاح سے ضد کی بنا پر ایک معنیٰ کی تصریح فرمادی اور باقی معانی مراد لیے۔ امام احمد رضا کے کلام کو سمجھنے کی قابلیت بھی نہیں اور چلتے ہیں اعتراض کرنے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آگے لکھا:

''مگر یہاں بھی اپنا مصنوعی عقیدہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر ذرّہ ہر ایک کے پیش نظر رہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم ما کان و ما یکون ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں ہر نبی کو علم ما کان و ما یکون عطا ہوا اور بحمد للہ ہمارا جو عقیدہ ہے وہی قرآن وحدیث کا ارشاد ہے۔ وہی ائمۂ اعلام کا فرمان واجب الانقیاد ہے: قال اللہ تعالیٰ ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیئ وھدی ورحمۃ وبشریٰ للمؤمنین۔ (اُتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے یہاں اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت وبشارت) وقال اللہ تعالیٰ ما کان حدیثا یفتریٰ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل لکل شیئ۔ (قرآن وہ بات نہیں جو بنالی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شئے کا صاف صاف جدا جدا بیان) وقال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ.

اقول وباللہ التوفیق۔ جب قرآن مجید ہر شئ کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل اور اہل سنت کے مذہب میں شئ ہر موجود کو کہتے ہیں۔ تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطہ میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیطہ اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھئے دیکھیے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وکل صغیرو کبیر مستطر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی

ہے: وقال اللہ تعالیٰ احصینا ہ فی امام مبین۔ ہر شئے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی: وقال اللہ تعالیٰ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یا بس الا فی کتاب مبین۔ کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

اور اُصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ خیر نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے۔ اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اُٹھ جائے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض اوعرش وفرش میں کوئی ذرّہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ وللہ الحجۃ السّامیہ اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیاناً لکل شیئی ہونے نے دیا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ وصف تمام قرآن عظیم کا ہے نہ ہر آیت ہر سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والتسیم کی نسبت ارشاد ہوا لم نقصص علیك یا منافقین کے بارے میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطۂ علم مصطفوی کا نافی نہیں۔ صحیح مسلم وغیرہما صحاح وسنن ومسانید ومعاجم کی احادیث صریحہ صحیحہ کثیرۃ شہیرۃ اس عموم واطلاق کی اور تاکید وتائید فرمارہے ہیں۔ صحیحین بخاری ومسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً ما ترك شیئاً یکون فی مقامہ ذلك الیٰ قیام الساعت الاّ حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

''رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، سب بیان فرمادیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی یاد رہا جسے یاد رہا بھول گیا جو بھول گیا۔''

صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: قام

فینا النبی ﷺ مقاما فاخبر ناعن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنّۃ مناز لھم واھل النار منازلھم حفظ ذلك من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

"ایک بار سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہم میں ابتدائے آفرینش سے لے کر جنّتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا۔ بھول گیا جو بھول گیا۔"

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرا بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خبہ فرمایا۔ بیچ میں ظہر وعصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا فاخبر نابما کائن الیٰ یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا (اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا۔ ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا) جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمۂ حدیث میں باسانیدہ عدیدۃ وطرق متنوعۃ دس صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے ہے۔ اور حدیث ترمذی معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

فرأیتہٗ عزّوجلّ وضع کفّہ بین کتفی فوجدت بردا ناملہ بین ثدی فتجلّی لی کل شیئٍ وّعرفت۔

"میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت مری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اس وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔"

امام ترمذی فرماتے ہیں: ھذا حدیث حسن صحیح سألت محمد ابن اسمٰعیل عن ھٰذ الحدیث فقال صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔ اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اسی معراج منامی کے بیان میں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا فعلمت مافی السّمٰوٰت والارض۔ (جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب کچھ میرے علم میں آگیا) شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: "پس دانستم ہر چہ در آسماں ہا وہر چہ در

زمین ہا بود عبارت است از حصول عامۂ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں۔"

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابویعلی وابن منیع وطبرانی ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ ومایحرك طائر جناحیه فی السّماء الاذکر لنامنه علماً۔

(نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حمّاد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں:

ان اللہ قدرفع لی الدنیافانا انظرالیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الی القیامة کانّی انظر الیٰ کفی ھٰذہ حلیا نامن اللہ جلّاہ لنبیّه کما جلاہ للنبیّین من قبله۔

"بے شک اللہ عزوجل نے مرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لیے روشن کی تھی۔"

اس حدیث سے روشن کہ جو کچھ زمین اور سمٰوٰت وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا ان سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا کیا گیا۔ اور حضرت عزوجل نے عالم ماکان ومایکون کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا مثلاً شرق سے غرب تک، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار ہا برس پہلے ان سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں نہ یہ قدرت الٰہی کے اوپر دشوار نہ عزت وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار مگر وہابی بیچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ وہ ایک پیڑ کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور علمائے اعلام اور ائمۂ کرام ان سے سندیں لائیں انہیں مقبول ومسلم کہتے آئیں جیسے

امام خاتم الحفاظ جلالۃ الملۃ والدین علامہ سیوطی مصنف خصائص کبریٰ وامام شہاب الدین محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ وامام ابوالفضل شہاب الدین بن حجر ہیشمی مکی شارح وعلامہ شہاب احمد محمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض، شرح شفاء قاضی عیاض وعلامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی صاحب شرح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں مشرک نہ کہیں تو اپنی چم توحید کیونکر نباہیں الخ میں یہ کلام امام احمد رضا کی کتاب'' کامل النصاب ابناء المصطفی بحال سروا خفی'' سے اقتباس کرلایا کہ امام احمد رضا اعتراض معترض خود جواب دیں اور سنیوں کا منہ اجالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہو۔ معترض صاحب بہادر بتائیں کہ کس کس کا عقیدہ مصنوعی بتائیں گے۔ ذرا قرآن وحدیث کے ارشادات آنکھوں کے سامنے رکھ کر کہیے خدا ورسول کو کیا کیا نہ سنائیں گے۔ اور سنتے چلیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

فاض علی من جنابہ المقدس ﷺ کیفیّۃ ترقی العبد من حیّزہ الی حیّز القدس یتجلّی لہ کل شیئ کما اخبر عن ھٰذالمشھد فی قصّۃ المراج المناحی۔

'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرے اوپر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام قدس تک کیوں کر ترقی کرتا ہے کہ اس کے لیے ہر شئ روشن وہ جاتی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام کی معراج خواب کے قصہّ میں خبر دی۔'' شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ارشاد گزرا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نبوت سے ہر دیندار کے درجہ پر مطلع ہیں کہ وہ مرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور وہ حجاب کیا ہے جس سے وہ ترقی سے محجوب رہا۔ معترض بہادران بزرگوں کے لیے کیا فتویٰ ہے۔ اور سنیں امام الطائفہ وہابیہ کی خبرلیں۔ وہ صراط مستقیم میں اپنے پیر کے لیے رقم طراز ہے:

'' پارۂ از مضامین ہدایت آگیں اززبان غیب ترجمان حضرت ایشاں شنیدہ الخ،،

ملتقطا للہ انصاف! پیر کی زبان توزبان غیب ترجمان ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کی خبر دینے والا کہہ دیا جائے تو شرک شرک پکارو۔ نیز اسی نام نہاد صراط مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت لکھا:

”تا اینکہ روزے حضرت جل وعلیٰ دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفتہ چیز براز امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیشیں روئے حضرت ایشاں کردہ کہ فرمود ترا ایں چنیں دادہ ام چیزے دیگر ہم خواہم داد۔“ ”یعنی ایک دن اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل کے پیر کا داہنا ہاتھ اپنے دست قدرت میں لیا اور امور قدسیہ کی کوئی شئ جو نہایت رفیع و بدیع تھی ان کے روبرو کی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں اتنا دیا اور بھی کچھ دوں گا۔ **معاذ اللہ رب العالمین۔**

کیوں معترض بہادر صاحب اپنے پیر کے لیے اللہ سے حقیقی مکالمہ ثابت کرنا تو عین ایمان ہے۔ پیر کا عالم قدس کی اشیائے غیبیہ کا اپنی آنکھوں سے دیکھنا یہ تو تمہارے امام کے نزدیک شرک نہیں ہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبر جاننا بھی شرک ہے۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

پیر کا یہ مرتبہ کیوں نہ بتائیں کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل سے مکر کے اوپر انہیں ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر گردان کے ان کی نبوت سے منکر ہو چکے ہیں۔ اور اسی نام نہاد صراطِ مستقیم میں پیر کی نبوت کی تمہید جما چکے اور اس پر ایمان لا چکے لکھتے ہیں:

”اول وافضل آں معاملات اینست کہ حضرت ایشاں جناب رسالت مآب صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ درمنام دیدند وآں جناب سہ خرما بدست مبارک خود حضرت ایشاں راخورانید بو ضعیکہ یک یک خرما بدست مبارک خود گرفتہ دردہن حضرت ایشاں می نہادند بعد ازاں کہ بیدار شدند درنفس خود اثری ازاں رویائے حقہ ظاہر وباہر یافتند وہمیں واقعہ ابتداء سلوک طریق نبوت حاصل شد بعد ازاں روزی جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ کرمہ اللہ وجہہ و جناب سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بخواب دیدند پس جناب علی مرتضیٰ حضرت ایشاں رابدست مبارک خود غسل دادند وخوب شست وشو کردند مثل شست وشوکردن آباء مراطفال خود را جناب حضرت فاطمۃ الزہراء لباسے فاخرہ بدست مبارک خود ایشاں را پوشانیدند پس بسبب ہمیں واقعہ کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر گردید الیٰ قولہ وعنایت رحمانی وتربیت

یزدانی بلا واسطۂ احدی متکفل حال ایشاں شد۔‘‘

ناظرین کرام دیکھیں یہ وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہی علی مرتضیٰ ہیں جن کے لیے تقویۃ الایمان میں کہا تھا۔ ’’جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔‘‘ لیکن جب اپنے پیر کی بات آئی تو وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے تصرف والے ہو گئے کہ خواب میں تشریف لا کر کھجوریں بھی کھلائیں اور اسمٰعیل کے پیر کو راہ نبوت کا سالک بھی بنائیں اور علی مرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراء ایسے مختار ہوئے کہ پیر جی کو نہلا گئے اور لباس فاخرہ پہنا گئے تو ان کے اوپر طریق نبوت کے کمالات نہایت جلوہ گر ہو گئے۔ اور براہ راست عنایت رحمانی ان کی کفیل حال ہو گئی۔ اور نبوت کس چیز کا نام ہے **لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ**۔

معترض بہادر ایسے امام کا دم بھرو اور پھر دوسروں کا عقیدہ مصنوعی بتاؤ ع شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔۔۔۔۔رہا آپ کا ہماری نسبت یہ کہنا کہ حضور عالم الغیب ہیں بالکل افتراء ہے۔ عالم غیب مثل رحمٰن و قیوم و قدس وغیرہ اسماء خاصۂ بذات باری میں سے ہے اس کا اطلاق غیر خدا کے لیے ہم اہل سنت کے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب کا حکم ہی ثابت نہ ہو۔ بے شک وہ بعطاء الٰہی انبیاء کرام کے لیے اور ان کے فیض متابعت سے اولیائے کرام کے لیے ثابت ہے۔ بحمد اللہ ہم نے اس کا ثبوت حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے کلمات سے دیا بلکہ خود امام الطائفہ کے اپنے پیر کے حق میں اس قول بدتر از بول سے بھی دیا۔ معترض بہادر ابھی اگر کچھ چاہتے ہیں تو ٹھہریں۔ معترض کا یہ کہنا کہ ’’بس فرق رہے کہ اللہ کا علم غیب ذاتی ہے اور حضور کا علم غیب عطائی ہے۔‘‘ **اقول وبحول اللہ احول**۔ بس یہی فرق ہرگز نہیں بلکہ بہت سارے فرق ہیں میں باذن اللہ انہیں امام احمد رضا کی کتاب مستطاب ’’ابناء المصطفیٰ‘‘ سے نقل کروں۔۔۔۔وہ فرماتے ہیں:

’’افسوس ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی [۱] ہے اور علم خلق عطائی [۲] وہ واجب [۳] یہ ممکن [۴] وہ قدیم [۵] یہ حادث [۶] وہ نامخلوق [۷] یہ مخلوق

[۸] وہ نامقدور [۹] یہ مقدور [۱۰] وہ ضروریہ البقاء [۱۱] یہ جائز الفناء [۱۲] وہ ممتنع التغیر [۱۳] یہ ممکن التبدل [۱۴] ان عظیم تفرقوں کے باوجود احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنوں کو اھ‘‘

معترض بہادر یہ پورے چودہ [۱۴] فرق ہوئے منجملہ ان کے ایک فرق یہ بھی ہے مگر آپ یہی گا رہے ہیں کہ بس یہی فرق ہے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور حضور کا علم غیب عطائی ہے اولاً منہ بھر کے جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ ثانیاً یہی فرق قاطع شرک ہے اور سارے مذکورہ تفرقوں کا جامع ہے اس لیے علم الٰہی عطائے غیر سے نہیں اور غیر کا علم اس کی عطا سے جیسا کہ ظاہر ہے تو علم الٰہی نہ ہوگا مگر ذاتی اور ذاتی نہ ہوگا مگر قدیم، واجب، نامخلوق الخ اور غیر کا علم نہ ہوگا مگر عطائی اور عطائی نہ ہوگا مگر حادث تو اس تفرقہ کو جناب نہ ماننا اور اس کے متعلق یہ کہنا کہ ’’اس سے شرک کے دروازے کھلتے ہیں‘‘ اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہوں کہ اس تقسیم نے تو شرک کے دروازے نہیں کھولے بلکہ توڑ دیئے۔ ہاں معترض بہادر آپ حضرات نے علم عطائی ماننے پر آنکھیں میچ کر شرک کا مستانہ گیت گا کر کفر وضلالت کے لیے سب راستے کھول دیئے۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم۔

معترض صاحب بہادر ذرا قرآن تو اٹھا کر دیکھیے اللہ عز وجل کی عطا کے جلوے نظر آئیں گے۔ وقال تعالیٰ وعلمك مالم تکن تعلم (تمہیں وہ سب سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔) وقال عزوجل الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان (رحمٰن نے قرآن سکھایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا انہیں گزشتہ وآئندہ کا بیان بتایا۔) وعلم اٰدم الاسماء کلھا (اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے نام سکھا دیئے) نیز فرماتا ہے: عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ (غیب جاننے والا تو اپنے غیب پر سواء اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو قابو نہیں دیتا۔) ان آیتوں سے اللہ کے بندوں کے لیے علم عطائی ثابت اور علم الٰہی کا کسی کی عطا سے نہ ہونا نص قطعی سے ثابت اور دلیل عقلی سے ظاہر۔ تو بحمد اللہ عطائی وذاتی کی تقسیم خود قرآن پاک سے مستفاد ہوئی۔ معترض صاحب آپ کے شرک کی نبضیں کدھر ہیں۔

لاجرم اسی لیے علامہ نووی وابن حجر ہیثمی مکی نے فرمایا:

والللفظ للاٌ خیر معنا ہ لا یعلم ذلك استقلالا وعلم احاطة بکل المعلومات الا اللہ اما المعجزات والکرامات فبا علام اللہ لھم علمت و کذلك ماعلم باجراء العادة۔

''یعنی آیت سے غیر خدا سے نفی علم غیب کے یہ معنیٰ ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں رہے انبیاء کے معجزات واولیاء کے کرامات یہاں تو اللہ کے بتائے سے علم ہوا ہے یونہی وہ باتیں کہ عادات کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔'' معترض صاحب اب اپنے شرک کا الزام امان جلیل القدر علماء کو بھی دید یجئے۔ آگے لکھتے ہیں

''کوئی ان سر پھروں سے پوچھے کہ ذاتی علم غیب تو غیر خدا کو ہو ہی نہیں سکتا پھر قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ مضمون کیوں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں رکھتا۔''

جی ہاں مذکور الصدر علماء کرام کو بھی سر پھرا کہئے اور ان سے بھی پوچھئے کہ ذاتی علم غیب تو غیر خدا کو ہو ہی نہیں سکتا۔ الخ اور ذرا آپ عقلمند اپنی قرآن فہمی کا بھرم رکھتے ہوئے ہمیں یہ بتادیجئے کہ علم عطائی پر آپ جیسے توحید پرست مشرک گاتے ہیں تو مذکورہ بالا آیتوں پر آپ حضرت کا ایمان رہا۔ آگے لکھتے ہیں:

''اصل حقیقت یہ کہ عالم الغیب اللہ کی صفت ہے۔''

سبحان اللہ یہ لیاقت علمی ملاحظہ ہو کہ عالم الغیب اللہ کی صفت ہے۔ اجی صاحب بہادر عالم الغیب صفت محضہ نہیں ذات موصوف بعلم کا نام ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

''کسی دوسرے کے لیے اس صفت کا استعمال درست نہیں'' صفت کے استعمال کا کیا مطلب ہاں یوں کہیے کہ کسی دوسرے کے لیے اس اسم صفت کا استعمال درست نہیں''

بے شک عالم الغیب کا استعمال غیر اللہ کے لیے روا نہیں مگر علم غیب بعطائے الٰہی اللہ کے بندوں کے لیے ثابت اور اشرف علی نے تو حفظ الایمان میں حضور جیسا علم ہر صبی ومجنوں و

تمام حیوانات و بہائم کے لیے مانا۔اور رشید و خلیل نے براہین قاطعہ میں شیطان و ملک الموت کا علم حضور علیہ السّلام کے علم سے زیادہ بتایا۔ والعیاذ باللہ۔ معترض صاحب اپنے ان بزرگوں کو کیا کہیے گا۔آگے لکھتے ہیں ''اور غیبی خبروں کا دینا یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔'' جی اس مسئلہ کا کیا نام ہے۔کیا یہ علم عطائی نہیں۔ ناظرین کرام دیکھیں کہ اب تو معترض صاحب بھی ان کہی بولتے نظر آرہے ہیں --چنانچہ لکھتے ہیں:

''اللہ کے پیغمبر بطور معجزہ غیبی خبریں اللہ کے حکم واجازت سے بتلاتے ہیں اور معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے۔'' الخ ناظرین کرام! اس فقرہ پر غور مائیں کہ اللہ کے پیغمبر بطور معجزہ غیبی خبریں اللہ کے حکم سے الخ آیا یہ علم عطائی کا اقرار نہیں ضرور ہے کہ بتلانا علم کو مستلزم ہے۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر اللہ کی عطا سے غیب جانتے غیب بتاتے ہیں۔اور یہ غیب جاننا بتانا ان کا معجزہ ہوتا ہے۔حق وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ معترض نے علم عطائی کو خود قبول دیا۔ وللہ الحمد۔ رہا معترض کا یہ کہنا کہ ''معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ ایک معجزہ ہی پر کیا موقوف کوئی فعل کسی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ سب کے افعال کا خالق اللہ ہی ہے **خلقکم وما تعملون** (اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کاموں کو) پھر جناب نے خود ہی کہا کہ غیبی خبریں اللہ کے حکم واجازت سے بتلاتے ہیں۔آپ ہی بتائیں جب معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔اس فعل کی ان کی طرف نسبت کس معنیٰ کی نسبت ہے نیز اللہ عزوجل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرماتا ہے **ویعلمھم الکتاب والحکمۃ**۔ رسول انہیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تو تعلیم کو نبی کا فعل بتایا آپ فرمارہے ہیں کہ معجزہ کسی نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا کہیے جناب نے قرآن عظیم کو جھٹلایا کہ نہیں اب بتایئے اپنے حق میں کیا فتویٰ ہے جناب کا اور سنتے چلیے قاسم نانوتوی ''تحذیر الناس،، میں رقم طراز ہے:

''معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروانۂ تقرری بطور سندِ نبوت ملتا ہے اور بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے۔''

مثل عنایات خاصہ گہ وبیگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا۔ پتہ لیجئے آپ تو فرماتے ہیں کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ اور آپ کے قاسم العلوم والخیرات معجزہ کی نسبت یہ لکھ رہے ہیں کہ وہ بنظر ضرورت ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے، تو آپ کے طور پر قاسم نانوتوی نے اللہ کے فعل کو نبی کے قبضہ میں بتایا۔ کہیے حالا چہ می گویند علمائے ملت دیو بند یہ۔۔۔''اس لیے معجزہ کی وجہ سے کسی پیغمبر میں خدائی صفت ماننا صحیح نہیں ہوسکتا''، علم عطائی کو خدائی صفت پاگل ہی کہے گا۔ پھر فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محی الموتی یعنی مردوں کو زندہ کرنے والا نہیں کہیں گے۔''

جی نہ کہنے کی کیا دلیل! آپ نے ابھی خود کہا کہ ''مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف احیاء (زندہ کرنا) کی طرف نسبت کی جب مبداء اشتقاق ثابت تو اس مشتق کے اطلاق سے کون سی چیز مانع ہوگئی۔ اب اگر عرف میں اس اسم کے خاص بذات باری ہونے کا دعویٰ کیجئے تو اولاً اس میں نظر کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں محی ہوا وارد ہے: **کمافی دلائل الخیرات وشرحہ مطالع المسرات للقاضی عیاض** اور اگر خصوصیت سے مان لی جائے تو حاصل یہی ہوگا کہ **محی الموتی** کا اطلاق خدا کے غیر کے لیے نہ کیا جائے نہ یہ کہ حکم احیاء بعطائے الٰہی کسی کے لیے ثابت نہ ہو آخر خود آپ بھی تو کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے حکم سے بطور معجزہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ پھر یہ کیسی جہالت بے خرد کہ نفی اطلاق کو نفی حکم کی دلیل بنانا چاہتے ہیں۔ **ولا حول الا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم** پھر لکھتے ہیں کہ ''مردوں کو زندہ کرنا اللہ کا کام''، جی ہاں بے شک اور اس کے حکم سے انبیاء واولیاء بھی مردے زندہ فرمایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا: **واذ تبرئ الاکمہ والابرص وتحی الموتی باذنی**۔ تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے ہو اور میرے ارادے سے مردوں کو زندہ کر دیتے ہو۔

مگر آپ نے یہی ٹھہرائی ہے کہ معجزہ کسی پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔'' قرآن عظیم کو جھٹلاتے کہاں شرمائیں کہ آخر تمہارے نزدیک جھوٹے معبود کا کلام ہے۔ **معاذ اللہ رب العٰلمین** لیکن محمود حسن دیوبندی کی تو سنئے۔ وہ گنگوہی جی کو رورہے ہیں اور اپنے دل سے ایمان کو دھو رہے ہیں۔ ع

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ۔------- پھر لکھتے ہیں کہ:

''علم غیب بھی بطور معجزہ کسی وقت کسی پیغمبر کو جزوی طور پر دے دیا جاتا ہے۔''

جی اس وقت آپ اپنی پوتھی کھولے بیٹھے رہتے ہوں گے اور اس مین درج کرتے رہتے ہوں گے جبھی تو یہ غیب کی خبر لا رہے ہیں۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پھر لکھتے ہیں:

''اس سے علم غیب کلی دائمی ہمہ وقتی کا مستقل دعویٰ کرنا عقل ونقل کے صریح خلاف ہے۔''

اولا کلی سے مراد اگر علم محیط حقیقی تفصیلی غیر متناہی بالفعل ہے تو یہ ہم پر صریح افتراء ہے۔ ہم بعطائے الٰہی حضور علیہ السلام اور انبیاء واولیاء کے لیے بعض علم غیب ہی ثابت کرتے ہیں مگر ایسا بعض نہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی تخصیص نہ ہو بلکہ معاذ اللہ حضور جیسا علم ہر صبی ومجنوں کو بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کو حاصل ہو جیسا کہ اشرفعلی نے کہا۔ نہ ایسا بعض حضور علیہ السلام کے لیے جانیں جو شیطان وملک الموت کے علم سے کم ہو جیسا کہ رشید احمد گنگوہی نے مانا نہ ایسا جیسا تم نے لکھ مارا کہ کسی وقت کسی پیغمبر کو جزوی طور پر دے دیا جاتا ہے۔ یعنی ہر پیغمبر کو نہیں ملتا کسی کو دیا جاتا ہے کسی کو نہیں وہ بھی کسی وقت وہ بھی جزوی طور پر۔ ہاں ہاں معترض بہادر سنو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بعض علوم غیبیہ ہی مانتے ہیں مگر وہ بعض ایسا وسیع ہے کہ روز اول سے روز آخر تک شرق سے لے کر غرب تک فرش سے لے کر عرش تک سب کو شامل ہے اور تمام مخلوق کے علوم اس وسیع سمندر سے گویا ایک قطرہ ہیں ۔

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

اب اس شعر کا ترجمہ آپ کے ذہن دوزی کے لیے ذوالفقار علی دیوبندی کی عطر الوردۃ سے پیش کروں۔۔۔وہ لکھتے ہیں:

''مجھ سے محتاج کی شفاعت آپ کو اس لیے دشوار نہیں ہے کہ بے شک دنیا اور اس کا سوت جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے منجملہ آپ کی عطا کے ہے۔نہ آپ ہوتے نہ دنیا و آخرت پیدا ہوتی۔ قال الله تعالیٰ لولاك لما اظهر الرّبوبية ولولاك لما خلقت الا فلاك اور من جملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے۔جب آپ کی وسعت جاہ کا یہ حال ہے تو مجھ جیسے قدر کی شفاعت آپ کو کیا دشوار ہے۔''

بایں ہمہ علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام خلق کے علوم کو علم الٰہی سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے کہ علوم خلق متناہی اور علم الٰہی غیر متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے کوئی نسبت ہو ہی نہیں سکتی۔بالجملہ ہم علم ذاتی محیط حقیقی تفصیلی غیر متناہی بالفعل کو اللہ کے ساتھ خاص جانتے ہیں اور عطائی واجمالی انبیاء واولیاء کے لیے ثابت مانتے ہیں۔اس کی تصریح انباء المصطفیٰ وخالص الا عتقاد والدولة المكية وغیرہا رسائل امام احمد رضا و دیگر کتب اہلِ سنت میں ہے، اسی بعض علم پر وہابیہ کو کل علوم غیبیہ کا دھوکہ ہوتا ہے اور شور مچاتے ہیں کہ اللہ سے مساوات کردی۔بس ان کے نزدیک کل علم الٰہی علم ما کان و ما یکون ہی ہے کیوں نہ ہو کہ وہاں تو پیڑ کے پتے گن دینے کا نام خدائی ہے۔ ماقدروالله حق قدره ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم. ثانیاً دائمی ہمہ وقتی سے کیا مراد ہے۔اگر اس سے مراد قدیم ہے تو حاشا اللہ۔ہم انبیاء کے علم کو قدیم نہیں کہتے اور اس الزام سے برأت کو یہی کافی ہے کہ ہم انبیاء کے لیے علم عطائی مانتے ہیں اور جو عطائی ہوگا حادث ہوگا۔ہاں یہ علوم ان کے قبضہ میں رہتے ہیں۔ان سے سلب نہیں کیے جاتے۔اس پر خود قاسم نانوتوی کی گواہی گزر چکی۔ولله الحمد۔ آگے لکھتے ہیں:

''اس لیے ایسا دعویٰ کرنے والوں کے دعووں میں تضاد پایا جاتا ہے۔'' ناظرین کرام آپ نے معترض کے کلام میں اب تک جتنے تضاد دیکھے ہوں گے وہ محتاج بیان نہیں اب خود ہی غور فرمالیجئے کہ پھر بھی معترض کو آنکھ میں ڈھول جھونکتے شرم نہیں آتی۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔** مثال کے طور پر لکھتے ہیں:

''سورۂ والضحیٰ کے ترجمۂ رضویہ صفحہ ۷۰۹ مولوی نعیم الدین کے حاشیہ ۲ پر لکھا ہے ''اورغیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے'' یہ سورۃ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی تھی جب اس کی تفسیر میں بیان کیا کہ علوم غیب آپ کو دے دیئے گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ مکہ معظّمہ ہی میں عالم الغیب ہو چکے تھے مگر ارشد القادری رضوی کا بیان ہے ''آپ کو ۲۳ سال کی مدت میں بتدریج علم غیب کلی حاصل ہوا۔'' معترض صاحب بہادر آپ کیا سمجھے۔ ہم سے سنئے۔عطر تفسیر تو وہ ہے جو امام احمد رضا نے بطور ترجمہ لکھا کہ ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' یہ توجیہ منجملہ ان دس توجیہوں کے ہے جنہیں شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے مفسرین کرام نے نقل فرمایا ہے۔ یوں ہی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اسے منجملہ توجیہات دیگر سے نقل کیا ہے۔ صدر الا فاضل علیہ الرحمۃ نے اس پر بطور نتیجہ جو مرتب ہوا اسے بیان فرمادیا ہے۔ اس میں کون سا ایسا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ معاً سارے علوم آپ کو عطا ہو گئے کہ آپ تضاد گانے لگے۔ اپنے اور اپنے اکابر کے اوپر سے تضاد اٹھا لیجئے پھر دوسروں کی فکر کیجئے۔ امام احمد رضا ''الدولۃ المکیۃ'' میں فرماتے ہیں:

احاطۃ احد من الخلق معلومات اللہ تعالیٰ علیٰ جھۃ التفصیل التام محال شرعا وعقلا بل لو جمع علوم جمیع العالمین اولا و آخرا لما کانت لہ نسبۃ ما اصلا الی علوم اللہ سبحانہ وتعالیٰ حتی کنسبۃ حصّۃ من الف الف حصص قطرۃ الی الف الف بحر الخ۔

''کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ اگر تمام اہل عالم اگلے پچھلے سب کے جملہ علوم جمع کر دیئے جائیں تو ان کو علوم

الٰہیہ سے وہ نسبت بھی نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے۔''

معترض بہادر اب ''دلچسپ لطیفہ'' کے عنوان سے پھر لطیفے چھوڑ رہے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''بریلوی حلقہ کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم ما کان و ما یکون اور عالم الغیب کلی عطائی ماننے کو تعریف سمجھتے ہیں اور دوسروں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ خدا کی صفت عالم الغیب رسولِ اکرم کے لیے استعمال نہ کر کے توہین رسالت کر رہے ہیں۔''

بے شک ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم ما کان و ما یکون جانتے ہیں اور اس پر قرآن و حدیث کے روشن دلائل اور علمائے کرام کے اقوال بینات رکھتے ہیں۔ ان میں چند بطور نمونہ گزرے اور انہیں کے ساتھ ساتھ مستندان معترض کے اور خود امام معترض کے اقوال گزرے **فتذکر**۔ رہی یہ بات کہ عالم الغیب کلی عطائی الخ اولاً معترض بہادر اپنی اردو ملاحظہ کیجئے۔ اجی جناب یہ جملہ غلط ہے۔ آپ کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب کلی عطائی الخ اسی پر آپ حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اردو پڑھانے کا اور ان کا استاد بننے کا خواب سوجھا کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو عربی ہیں فرمایا جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی، سبحان اللہ اس سے مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ ملاحظہ ہو ''براہین قاطعہ'' صفحہ ۲۶

ناظرین کرام اس خباثت بھرے خواب کو سن کر انصاف کریں کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلم الخلق نے دیوبندیوں سے اردو سیکھی اور ذرا خط کشیدہ جملہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی کو بھی بغور دیکھیں کتنی اچھی اردو ہے۔ اسی منہ سے یہ مسلمان بنتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ **ثانیاً** بالکل جھوٹ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق نہیں کرتے۔ ہاں بعطائے الٰہی علم غیب جمیع ما کان و ما یکون کا ثابت کرتے ہیں اور جمیع ما کان و ما یکون کو علوم الٰہیہ غیر متناہیہ بالفعل سے کوئی نسبت نہیں جیسا کہ

گزرا مگر تمہارے امام کے نزدیک خدائی تو یہ ہے کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے تو تم آپ ہی سارا علم الٰہی اتنا سمجھو اور دوسروں کو الزام دو کہ ''عالم الغیب کلی ماننے کو تعریف سمجھتے ہیں'' **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ **ثالثاً** معترض بہادر رہا تمہارا یہ کہنا کہ اور دوسروں پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ رسول اکرم کے لیے خدائی صفت عالم الغیب الخ۔ جی ہم لوگوں نے کون سی کتاب میں یہ الزام لگایا ہے۔ آپ نے کس مصلحت سے کتاب کا ذکر نہ کیا خیر اب سہی۔ ہماری کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے اور اگر نہ دے سکیں اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دے سکیں گے تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار نامہ لکھ کر داد انصاف دیجئے **الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین** معترض بہادر ہم بتائیں کہ خدا کی صفت غیر کے لیے کس نے ثابت کی سنو ''براہین قاطعہ'' مصدقہ رشید احمد گنگوہی میں خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:

''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط روئے زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

معترض بہادر یہ دیکھو قطب عالم رشید احمد گنگوہی شیطان و ملک الموت کے لیے وسعت علمی جسے تم شرک کہتے ہو اور کلی سمجھے ہو نص سے ثابت مان رہے ہیں اور اسی منہ سے سرکار کے لیے اسی وسعت علم ماننے کو شرک بتا رہے ہیں، کیوں جناب دنیا جہان میں کہیں ایسا شرک دیکھا ہے جو ایک کے لیے شرک ہو اور دوسرے کے لیے ایمان ہو۔ ہاں ہاں وہ شرک گنگوہ و دیوبند کے بازاروں میں ملتا ہے۔ اب ذرا بتایئے جتنی وسعت علم سرکار کے لیے شرک بیائی بالضرورت وہ خدا کے لیے خاص ہوئی کہ نہیں۔ ضرور ہوئی اور اسی منہ سے وہ شیطان اور ملک الموت کے لیے ثابت کی تو لاجرم شیطان و ملک الموت کے لیے خود ہی خدا کی صفت مانی **والعیاذ باللہ العلی العظیم**۔

معترض بہادر اپنا عیب دوسروں کو لگاتے شرم نہیں آتی

ع بے حیاباش دہرچہ خواہی کن۔ آگے خود ہی کہتے ہیں:

''مگر خود ہی ان کے مولوی نعیم الدین صاحب ہر مومن کے لیے غیب مانتے ہیں۔ ترجمۂ رضویہ کے حاشیہ ص ۵ ص ۳ پر لکھتے ہیں:

''غیب وہ ہے جو حواس و عقل سے بدیہی طور پر معلوم نہ ہو سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ یہ علم غیب ذاتی ہے اور یہی مراد ہے آیت **وعندہ مفاتح الغیب** الخ میں اور ان تمام آیات میں جن میں علم غیب کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے اس قسم کا علم غیب یعنی ذاتی جس پر کوئی دلیل نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صانع عالم اور اس کے صفات اور نبوات اور اس کے متعلقات احکام و شرائع اور روز آخر اور اس کے احوال۔ بعث نشر۔ حساب جزا وغیرہ کا علم جس پر دلیلیں قائم ہوں اور جو تعلیم الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یہاں یہی مراد ہے اس دوسری قسم کے غیوب سے جو ایمان سے علاقہ رکھتے ہیں۔ ان کا علم و یقین ہر مومن کو حاصل ہے اگر نہ ہو آدمی مومن نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں اولیا انبیاء پر جو غیوب کے دروازے کھولتا ہے اسی قسم کا غیب ہے۔''

اس عبارت میں جس قسم کے علم غیب کو ابنیاء اولیاء کے لیے مانا گیا ہے اسے ہر مومن کے لیے عام کیا گیا ہے جو ایک امر واقعہ ہے اس کا انکار کون کرتا ہے۔ اگر ایسا ہی علم غیب عالم الغیب کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے پھر تو نزاع محض لفظی و رسمی رہ جاتا ہے الخ الھذیان۔

اولاً۔ معترض بہادر۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ۔ مومن کے لیے علم غیب مان رہے ہیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ اگر اس میں آپ کے نزدیک کچھ قباحت شرک ہے تو خدائے تعالیٰ پر اعتراض کیجئے۔ وہ فرماتا ہے **یومنون بالغیب الخ** پر ظاہر کہ ایمان بے علم کے ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ ایمان تصدیق رسول اللہ ﷺ **مع التسلیم** کا نام ہے اور تصدیق خبر کے اذعان و یقین کو کہتے ہیں اور خبر کا یقین بے علم خبر نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے **یومنون بالغیب**۔ فرما کر مومنوں کے لیے بطفیل مصطفی ﷺ غیبی خبروں کا علم

عطا فرمایا اور بتا دیا کہ بے علم غیب عطائی ایمان متحقق ہی نہیں ہو گا مگر معترض بہادر عطائی تو تمہاری چڑ ہے تو اب بتاؤ تمہارا ایمان کہاں رہا۔ **ثانیا** آپ کا کہنا کہ اس عبارت میں جس قسم کے علم غیب کو انبیاء و اولیاء کے لیے مانا گیا ہے اسے ہر مومن کے لیے عام کہا گیا ہے جو کہ ایک امر واقعہ ہے اس کا کون انکار کرتا ہے الخ الحمدللہ حق وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔ اب تو آپ نے بھی علم عطائی کو تسلیم کر لیا اور انبیاء و اولیاء کے لیے اس کے عموم کو مان لیا اب ذرا یہ بتایئے کہ وہ جو آپ نے کہا تھا کہ اس ذاتی وعطائی کے طلسم نے کیا ہی دروازے کھولے ہیں۔'' اس کے پیش نظر جناب کا کیا فتویٰ ہے آپ بقول خود اپنے طلسم کو تسلیم کر کے مشرک ہوئے کہ نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ اس کا کون انکار کرتا ہے اس کا جواب آپ ہی کے مقولہ سے ظاہر کہ اس کا انکار وہ کرتا ہے جو ذاتی وعطائی کے فرق کو نہیں مانتا عطائی کو بھی شرک کہتا ہے اور وہ آپ حضرات ہیں اور آپ کا امام الطائفہ ہے جو جگہ جگہ اپنی تقویۃ الا ایمان میں عطائی پر بھی حکم شرک جڑتا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد''۔ پھر یہ کہ ابھی ابھی ہر مومن کے لیے علم غیب ماننے پر آپ صدرالافاضل علیہ الرحمۃ پر اعتراض کر چکے ہیں اور اسی کو آگے چل کر امر واقعہ بتا چکے ہیں۔ چہ خوش۔ جس بات کا اقرار کیجئے اسی پر اعتراض جڑیئے۔ کیا اب بھی نہ سوجھا کہ اس کا انکار کون کرتا ہے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** آگے معترض صاحب لکھتے ہیں:

''اگر ایسا ہی علم غیب عالم الغیب کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے پھر تو نزاع محض لفظی و رسمی رہ جاتا ہے۔''

اقول: بالکل سفید جھوٹ اور صریح فریب ہے **اولاً** تم تو ذاتی وعطائی کے فرق ہی کے منکر ہو اور اسے شرک کہتے ہو پھر تمہارا علم عطائی تسلیم کرنا کیا معنیٰ۔ **ثانیاً** تمہیں علم **ما کان وما یکون** پر جو معلومات الٰہیہ نے متناہیہ بالفعل کا قطعاً بعض ہے علم کلی کا دھوکہ ہے ابھی ابھی کہہ چکے کہ عالم الغیب کلی الخ اور اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہو اور یہی سارا طائفہ مانتا ہے اور اسی پر خدا سے مساوات کا الزام دیتا ہے۔ **ثالثاً** علم ثابت بھی کرتے ہو تو ایسا جس میں

حضور علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں۔ ''ایسا علم تو ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے'' جیسا کہ ''حفظ الایمان'' میں اشرفعلی نے کہا اور جو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہو جیسا کہ ''براہین قاطعہ'' میں لکھ مارا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بایں ہمہ کیونکر آنکھوں میں دھول جھونکتے ہو اور کہتے ہو کہ پھر تو نزاع محض الخ

ان اللہ لا یھدی کید الخائنین۔

''اللہ خائنوں کے مکر کو راہ نہیں دیتا۔''

بحمد اللہ نبی کے ترجمۂ رضویہ اور مسئلہ غیب میں معترض کی تمام واہیات کا جواب شافی تمام ہوا۔

وللہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم

معترض بہادر اب پھر لطیفہ چھوڑ رہے ہیں، ملاحظہ ہو، کہتے ہیں ''مولوی احمد رضا خاں بریلوی سورۂ والضحیٰ کی آیت ووجدك ضالاً فھدیٰ کا ترجمہ کرتے ہیں۔'' اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' اور سورۂ شعراء رکوع ۲ کی آیت ۱۹/۲۰ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ''موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی'' ضلالت کے دونوں معنی صحیح ہیں محبت کی وارفتگی اور راہ سے بے خبری ہمیں یہاں دکھانا یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ضالاً کا ترجمہ محبت کی وارفتگی کر کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ضالین کا ترجمہ راہ سے بے خبری کر کے دو رخی کیوں اختیار کی ہے، الخ۔ **اقول:** معترض بہادر اب ہم سے سنو کہ یہ تمہاری مزعومہ دو رخی کس کس نے اختیار کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سورۂ شعراء کی اسی آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں: یہ آیت مع تفسیر نقل ہوتی ہے، (فعلتھا اذا وانا من الضالین) من الجاھلین بنعمتك علیّ یعنی میں نے وہ کام کیا جبکہ مجھے تیرے احسان کی خبر نہ تھی اور یہی حضرت ابن عباس والضحیٰ کی آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(ووجدك یا محمد ضالاً) بین قوم ضلالٍ (فھدیٰ) فھداك بالنبوۃ

الخ کذا فی تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے آپ کو گمراہوں میں پایا تو نبوت سے ہدایت دی، معترض بہادر دیکھو یہاں بین قوم ضلال فرمایا وہاں یوں نہ فرمایا۔ اور سنئے علامہ قاضی عیاض شفا میں آیۃ کریمہ ووجدك ضالاً میں مفسرین کرام سے متعدد وجوہ نقل فرماتے ہیں۔

وھذا نصہٗ قیل ضالاً عن النبوۃ فھداك الیھا قال الطبری وقیل وجدك بین اھل الضلال فعصمك من ذلك وھداك الی الایمان و ارشادھم ونحوہ عن السدی وغیر واحدٍ وقیل ضالاً عن شریعتك لا تعرفھا فھداك إلیھا والضلال ھنا التحیر ولھذا کان علیہ الصلوۃ والسلام یخلو بغار حراء فی طلب ما یتوجہ بہ الی ربہ ویتشرع بہ حتّٰی ھداہ اللہ تعالیٰ الی الاسلام قال منعہ القشیری وقیل لا تعرف الحق) ای إلا مجملاً قاری (فھدا الیہ) مفصلا قاری وھذا مثل قولہ تعالیٰ وعلمك مالم تکن تعلم قالہ علی بن عیسی وقیل ھدی بین أمرك بالبرا ھین وقیل ضالاً بین مکۃ والمدینۃ فھداك الی المدینۃ وقیل المعنی (ووجدك) أی ھادیا قاری (فھدی بك ضالاً وعن جعفر بن محمد ووجدك ضالاً عن محتبی لك فی الأزل أی لاتعرّ فھا فمننت علیك بمعرفتی) لتعرف بھا محبتی وقال ابن عطاء ووجدك ضالاً أی محبا لمعر فتی والضال المحب کما قال انك لفی ضلالك القدیم أی محبتك القدیمۃ ولم یرید و اھھنا فی الدین اذلو قالوا ذلك فی نبی اللہ لکفروا و مثلہ عند ھذا قولہ انا لنرا ھا فی ضلال مبین أی محبۃ بینۃٍ وقال الجنید ووجدك متحیراً فی بیان ما انزل الیك فھداك لبیانہ لقولہٖ تعالیٰ و انزلنا الیك الذکر الایۃ وقیل وجدك لم یعرفك احد بالنبوۃ حتّٰی اظھرك اللہ تعالیٰ فھدیٰ بك السعداء ملتقطاً الخ۔ اسی کے متصل فرمایا:

وکذالک فی قصته موسیٰ علیه الصلاة والسلام قوله فعلتها اذاً او انا من الضالین أی من المخطئین الفاعلین شیئاً بغیر قصد قاله ابن عرفة فقال الزهری معناه من الناسلین الخ۔ یعنی کہا گیا (ضالاً) کی تفسیر میں کہ آپ کو نبوت سے بے خبر پایا تو نبوت کی طرف رہا دی۔ یہ طبری کا قول ہے اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کو گمرہوں میں پایا تو ان کی گمرہی سے محفوظ رکھا اور امت کے ایمان اور ان کے رشد و ہدایت کی راہ دکھائی، یہ سدی سے اور بہت ساروں سے منقول ہے اور کہا گیا ۳؎ کہ آپ اپنی شریعت سے بے خبر تھے تو اللہ نے آپ کو آپ کی شریعت بتائی اور **ضلال** یہاں بمعنی حیرت کے ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غار حراء میں خلوت گزیں ہوا کرتے اس طریقے کی طلب میں جس کے پس پردہ اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اسلام کی طرف ہدایت دی یہ قشیری کے قول کا مفہوم ہے اور کہا گیا کہ آپ۔ حق کو اجمالاً جانتے تھے تو اللہ نے آپ کو اس کی تفصیل بتائی۔ یہ قول علی بن عیسیٰ کا ہے۔ اور کہا گیا کہ اللہ نے آپ کے امر نبوت کو آشکارا کیا قطعی دلیلوں سے اور کہا گیا کہ آپ کو مکہ میں اقامت اور مدینہ کو ہجرت کے بارے میں متردد پایا تو آپ کو مدینہ کو ہجرت کا حکم فرمایا اور کہا گیا کہ آپ کو ہادی پایا تو آپ کے ذریعہ گمرہوں کو ہدایت دی اور حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ میں نے اے محبوب تمہیں اپنی محبت ازلی سے بے خبر پایا تو تمہارے اوپر اپنی معرفت کی منت رکھی تا کہ تم میری محبت کو جانو اور ابن عطاء نے فرمایا کہ (اللہ) میں نے تجھے اپنی معرفت کا محب وطلب گار پایا تو اپنی طرف راہ دی (یہ وہ توجیہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ترجمہ میں اختیار فرمائی) اور ''ضال'' محب کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ کے قول میں انّک لفی ضلالک القدیم میں یعنی آپ یوسف سے پرانی محبت میں مبتلا ہیں اور اس بات میں برادران یوسف نے دین کی گمراہی مراد نہ لی اس لیے کہ اگر یہ بات اللہ کے نبی کے لیے کہتے کافر ہو جاتے اور ایسا ہی ان کے (ابن عطاء) نزدیک اللہ کے قول لنراها فی ضلالٍ مبین میں ہے یعنی ہم زلیخا کو یوسف کی محبت میں گرفتار دیکھتے

ہیں اور جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اس قرآن کے بیان میں متحیر پایا جو آپ پر اُترا تو آپ سے بیان فرمادیا اور کہا گیا کہ آپ کو اللہ نے کنز مخفی پایا کہ آپ کی نبوت کو کوئی نہ جانتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہر فرمایا تو نیک بختوں کو آپ کی معرفت بخشی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشکل ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے وہ کام بغیر قصد کے کیا (یعنی قبطی کو گھونسہ مار کر قتل کرنے کا قصد نہیں کیا) یہ قول ہے ابن عرفہ کا اور زہری نے فرمایا کہ معنی یہ ہے کہ میں بے خبروں میں سے تھا معترض بہادر یہ دیکھیے ضالاً میں علامہ امام قاضی عیاض نے دس توجیہات نقل فرمائیں منجملہ ان کے وہ توجیہ بھی ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اختیار فرمائی اور سورۂ شعراء میں صرف دو توجیہیں نقل فرمائیں جس سے ظاہر کہ وہ جو رائے آپ نے دی ہے کہ یہی توجیہ سورۂ شعراء میں کیوں نہ کی اور دورخی کیوں اختیار کی وہ رائے کسی کی نہیں ورنہ امام قاضی عیاض جیسے کثیر الاطلاع شخص اسے ضرور نقل فرماتے۔ مزید اطمینان کے لیے مدارک، جلالین وصاوی کی شہادت دیتا ہوں مدارک میں فرمایا: (فعلتها اذا) ای اذذاك (وانا من الضالین) أی الجاهلین بانها تبلغ القتل والضال عن الشئ هو الذاهب عن معرفته اوالناسین من قوله ان تضل احدیهما فتذکر إحدیٰهما الأخری فدفع وصف الکفر عن نفسه ووضع الضالین موضع الکافرین۔ جلالین میں فرمایا: (فعلتها اذا) أی حینئذٍ (وانا من الضالین) عما اتانی الله بعدها من العلم والرّسالة۔ صاوی میں فرمایا: ای فلیس علی عملکم فیما فعلته فی تلك الحالة یوم یعدم التکلیف حینئذٍ والمعنی من المخطئین لا من المتعمدین۔ یہ دیکھو مدارک پھر جلالین وصاوی میں اس آیت میں انہیں دو وجوہ کا پتہ ملتا ہے جو شفاء میں ابن عرفہ اور زہری سے نقل ہوئیں، تیسری وجہ کوئی نہیں بتارہا ہے۔ ہاں البتہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تیسری وجہ مستفاد ہوئی اسی لیے مدارج النبوۃ وتفسیر عزیزی میں وہی منجملہ دیگر توجہیات کے ابن عطا والی توجیہ جسے اعلیٰ حضرت نے اختیار فرمایا ہے۔

جب ذکر فرمائی تو اس کی نظیر میں آیۃ کریمہ انك لفی ضلالك القدیم اور آیۃ کریمہ انا لنرا ھا فی ضلالٍ مبین انہیں دو آیتوں کا ذکر فرمایا جب کہ شفاء میں انہیں دو آیتوں سے نظیر پیش کی۔ بھلا اگر سورۂ شعراء کی آیت میں وہ توجیہ منقول ہوتی تو کوئی تو اس کو نظیر پیش میں کرتا۔ معترض بہادر اب یہی اعتراض حضرت اب عباس، حضرت جعفر صادق، ابن عطا وغیرہم ائمہ کرام پر کر بھا گو (بلکہ شفا و مدارج النبوۃ وتفسیر عزیزی کے مصنفین پر بھی اعتراض کرو کہ انہوں نے اس توجیہ کو برقرار رکھا جس سے تمہاری مزعومہ دورخی لازم آئی) کہ جو توجیہات ضالاً میں ان ائمہ نے ذکر فرمائیں ان میں سے اکثر شعراء کی آیت میں ان سے منقول نہیں یہاں بس وہی دو، تین وجوہ منقول ہیں جو گذریں۔ آگے لکھتے ہیں۔ ''تمام پیغمبروں کی محبت وعظمت فرض ہے اور اہانت کفر ہے درجوں کا فرق الگ چیز ہے مگر ایسا نہیں کہا جا سکتا کہ ایک جملہ ایک پیغمبر کے حق میں توہین ہو دوسرے کے حق میں تعریف ہو محبت و ایمان کا تقاضہ یہ تھا کہ دونوں جگہ یکسانیت اختیار کرتے الخ، **اقول**: اچھا تو آپ سرکار اعلیحضرت پر موسیٰ علیہ السلام کی اہانت کا الزام رکھنا چاہتے ہیں اجی جناب سرکار اعلیحضرت نے جو کچھ فرمایا وہ مفسرین کرام کے فرمان کا عین مفاد ہے چنانچہ ان کے اقوال گذرے آپ کی آنکھیں سرکار اعلیٰ حضرت کی دشمنی میں بند ہیں ذرا آنکھیں کھولیے کہ مفسرین کرام کیا فرمارہے ہیں اور پھر ان کے فرمان کی روشنی میں اپنی بات تولیئے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا، بڑی ہے وہ بات جو انکے منہ سے نکلتی ہے وہ نہیں بولتے مگر جھوٹ رشید وخلیل واشرفعلی تھانوی وقاسم نانوتوی کی کفری عبارتیں تو توہین نہیں اور اعلیٰ حضرت کا قول جو مفسرین کرام کے فرمان کا عین مفاد ہے وہ تمہارے نزدیک توہین قرار پائے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ تمہارے بقول معترض بہادر جناب نے سرکار اعلیٰ حضرت کے متعلق تو یہ منہ بھر کے کہہ دیا کہ محبت وایمان کا تقاضا یہ تھا کہ دونوں جگہ یکسانیت اختیار کرتے ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جن کو اپنا سمجھا ان کے لیے الفاظ ہی اپنائیت کے لائے اور جن کو غیر سمجھا ان کے لیے اپنائیت نہیں پسند کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی فرمایا ہے۔

جی ہاں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے تمہارے طور پر وہی اپنائیت کے وہی الفاظ اپنی تفسیر میں مقرر کہے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی فرمایا ہے جو سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ترجمہ میں فرمایا ہے ذرا دادانصاف دیجیئے اور یہی سب کچھ شاہ صاحب کو بھی کہہ لیجئے ثبوت میں شاہ صاحب کا کلام پیش ہے۔ سورۂ والنازعات کی تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کا تتمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ ''درا ینجا تتمہ قصہ مخدوف است یعنی پس حضرت موسیٰ بسوئے فرعون رفتند و اورا فرمان الٰہی رسانیدند وفرعون در جواب گفت آیا تو ہما شخص ہستی کہ در حالت بچگی ما ترا پرورش کردہ بودیم وعمرہا در گذرا یندی و بازاں کار خود کردہ رفتی کہ میدانی ونا سپاطی نعمتہائے ما شدی۔............تراایں مرتبہ از کجا حاصل شرک خود راہادی ومرمن قرار دادہ آمدی حضرت موسیٰ علیہ السلام در جواب فرمودہ کہ آرے من ہماں کسم وکاریکہ کردہ بودم'' درآں وقت ناداں و جاہل بودم'' الخ معترض بہادر ذرا اس خط کشیدہ فقرہ کو آنکھیں کھول کر خوب غور سے دیکھو اور سنو سورۂ والضحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''بعضی گفتہ اند کہ مراد از ضلال محبت ومرتبہ عشق است چنانچہ پسران حضرت یعقوب علیہ السلام فرط عشق ایشاں را با حضرت یوسف علیہ السلام بایں لفظ تعبیر کردہ اند کہ **انك لفی ضلالك القدیم** ومراد از ہدایت آنست کہ طریق وصول محبوب را بتو نشان دادہ ایم۔ یہ دیکھیے شاہ صاحب۔ **ضالاً** میں یہ وجہ نقل فرما رہے ہیں اور اسے مقرر رکھ رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ قرآن اپنی جمیع وجوہ پر حجت ہے۔ **کما فی الزرقانی علی المواھب وغیرہ** معترض صاحب بہادر شاید آپ کو اب تک اپنے امام الطائفہ کے بزرگوار خاندان کی تفسیر دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اب شاید دیکھیں تو یوں چلائیں کہ انہوں نے کب اس وجہ کو مقرر رکھا ہے وہ تو یہ فرما رہے ہیں'' وارباب تفسیر کہ اینبغی راکما ینبغی ندانستہ اند در تفسیر ایں گمراہی'' ''دور، دور رفتہ اند'' **اولاً** یہ کہہ کر شاہ صاحب نے کم وبیش ۸ توجیہات علاوہ توجیہ مذکور ذکر کی ہیں کیا یہ سب غلط و نا مقرر ہیں؟ **ثانیاً** شاہ صاحب نے تو یوں فرمایا ہے'' کہ اربابِ تفسیر کہ اینبغی راکما ینبغی ندانستہ اند الخ،، اور توجیہ مذکور معلوم ہو چکا کہ حضرت ابن عطاء

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ ہے کیا ان کے بارے میں یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ **اینمعی را کما ینبغی ندانستہ اند**؟ یا یوں کہا جائے گا کہ شاہ صاحب نے جو معنی بیان فرمائے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بت پرستی و رسوم جاہلیت سے بیزار اور رب ابراہیم علیہ اسلام کی طرف متوجہ تھے اور ملت ابراہیمی کے احکام کی تلاش میں بے تاب تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ملت ابراہیمی کے اصول سے آگاہ کیا) وہ حضرت ابن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقینا معلوم تھے مگر یہ کہ پسند اپنی اپنی۔ انہیں یہ توجیہ پسند آئی۔

والناس فیما یعشقون مذاہب۔ ثالثاً۔ وہ کہتے ہیں در تفسیر ایں گمرہی دور دور رفتہ اند جس کا صاف مطلب ہے کہ ہماری مختار توجیہ وہ ہے جو ہم پہلے ذکر کی باقی وجوہ دور کی ہیں، وہ بھی مراد ہو سکتی ہیں کیوں معترض بہادر تمہارے طور پر شاہ صاحب نے دور خی اختیار کرنے کی اجازت دی کہ نہیں، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔** **رابعاً** سوچو تو سمجھ میں آ جائے کہ اس توجیہ میں اور شاہ صاحب کی توجیہ میں علت و معلول کا ارتباط ہے۔ ارے محبت نہ ہوتی تو طریقہ عبادت کی طلب کہاں ہوتی۔ اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ یہ توجیہ دور کی ہرگز نہیں **وللہ الحجۃ السامیہ۔ خامساً۔** وجوہ دیگر سے پہلے جو توجیہ خود انہوں نے بیان فرمائی اور جس کا مختصر ترجمہ ابھی گذرا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو اس طریقے کا طلب گار پایا جس پر آپ اس کی عبادت کریں یہاں تو یہ معنی بتائے اور وہاں قصۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یوں فرمایا کہ ''درآں وقت ناداں و جاہل بودم'' اب کہو کہ محبت و ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ دونوں جگہ یکسانیت اختیار کرتے ورنہ الخ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیم العظیم۔** آگے معترض بہادر کہتے ہیں کہ ترجمہ رضویہ اس قسم کی تلبیات سے بھرا پڑا ہے الخ اس کا فیصلہ معترض نے پڑھنے والوں پر چھوڑا ہے ہم بھی انہیں پر چھوڑتے ہیں ناظرین کرام خود فیصلہ کر لیں کہ جس شخص کو اعتراض کی ہوس میں ائمہ کرام اساطین دین اور خود اپنے بزرگوں کا کلام نظر نہ آئے اور آنکھیں میچ کر منہ کھول کر سب پر اعتراض کر بیٹھے اس کا کیا ٹھکانا۔ **ولا حول ولا قوۃ لا باللہ العلی العظیم۔**

معترض بہادر ترجمہ رضویہ پر زبان درازی کرنے کے بعد اب تفسیر نعیمی پر منہ کھولتے ہیں ”ترجمہ رضویہ کے تفسیری حاشیئے بریلویوں کے صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مرد آبادی نے لکھے ہیں جس میں بہت سی بدعتوں اور فضول رسموں کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہ تفسیر تحریف معنوی کا اعلیٰ نمونہ ہے الخ۔ معترض بہادر شروع سے آخر تک الزام تراشی ہی کر رہے ہیں۔ اب کہ پھر تحریف و بدعت کا الزام انہوں نے دھرایا ہے ناظرین کرام نے خوب جان لیا ہوگا، کہ یہ دونوں انہیں حضرات کا نصیب ہے معترض بہادر ان شاء الکریم تفسیر نعیمی پر بھی اعتراضات کا کافی جواب اور اپنے مرض کا شافی علاج لیں گے، واللہ تعالیٰ ھو حسبی ونعم الوکیل۔ معترض بہادر لکھتے ہیں، ”قرآن مجید کی پہلی سورت میں آیت ایاك نعبد وایاك نستعین۔ پر جب مفسر صاحب پہنچے سخت حیرت میں پڑ گئے کہ اب کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تعلیم دے رہا ہے کہ روز اس طرح اقرار کیا کریں ایاك نعبد اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ ایاك نستعین تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور یہاں حال یہ ہیکہ اللہ کے علاوہ بے شمار تقدیر ساز، فریادرس، مشکل کشا۔ اولاد دینے والے، روزی دینے والے، بلائیں دور کرنے والے، مان رکھے ہیں۔“ الخ قولہ، تقدیر ساز **اقول** یہ ہم اہل سنت پر افترا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ روز اوّل سے روز آخر تک جو کچھ ہوا جو ہو رہا ہے جو ہوگا وہ سب اللہ تعالیٰ نے ازل میں مقدر فرما دیا خیر و شر کام امور اسی تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں۔

چنانچہ امام اہلسنت سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ”النجیر بباب التدبیر“ میں ایک مسئلہ کے جواب میں جو فرماتے ہیں مسئلہ اور جواب کا کچھ حصہ منقول ہوتا ہے۔ (مسئلہ مسئولہ مولوی الٰہ یار خاں صاحب ۲۰ ذی الحجۃ ۱۳۰۵ھ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے اور تدبیرات کو کار دنیوی واخروی میں امر مستحسن اور بہتر جانتا ہے ولید خالد کو بوجہ مستحسن جانتے تدابیرات کے کافر کہتا ہے بلکہ اسے کافر سمجھ کر سلام و جواب سلام بھی ترک کر دیا اور

کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں بالکل واہیات ہے اور جو اشخاص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں (خواہ عربی خواہ انگریزی) وہ جھک مارتے ہیں گوہ کھاتے ہیں کیوں کہ پڑھنا لکھنا تدبیر میں داخل ہے پس ولید نے خالد کو جو کافر کہا تو وہ کافر ہے یا نہیں اور نہیں ہے تو کہنے والے کے لیے کیا گناہ وتعزیر ہے۔ بینوا توا جروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ الذی قدر الکائنات وربط الا سباب بالمسببات والسلام علیٰ سید المتوکلین سراً وجھراً وامام العٰلمین والمد برات امراً وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین باطنھم توکل وظاھر ھم فی الکدوالعمل۔

بیشک خالد سچا اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔ قال تعالیٰ کل صغیرو کبیر مستطر وقالیٰ تعالیٰ وکل شئ احصینٰہ فی امام مبین وقال تعالیٰ ولا رطب ولا یا بس الا فی کتاب مبین مگر تدبیر زنہار معطل نہیں دنیا عالم اسباب ہے رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہو جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یوہیں تدبیر کو محض عبث ومطرود وفضول ومردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنوں کا کام ہے۔ الخ۔

نیز "ثلج الصدر لا یمان القدر" میں فرماتے ہیں۔ ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات جاری فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح ادھر پھیرے مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادے سے اسے پیدا فرما دیتا ہے مثلاً اس نے ہاتھ

دیئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی تلوار بنائی بتائی اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی اس کا اٹھانا لگانا وار کرنا بتایا دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی شریعت بھیج کر قتل ناحق وحق کی بھلائی برائی صاف جتادی زید نے وہی خدا کی بنائی ہوئی تلوار خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادۂ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا درکنار ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو تمام زمین و آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیپلے پڑ الدئے جاتے نام کو بال برابر نہ جھکتی اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ الخ ملتقطاً۔

دیکھو کیسی کھلی تصریح ہے کہ کوئی کام جہان میں اللہ کی مشیت و ارادہ کے بغیر نہیں ہوتا نیز کتاب العقائد مصنفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی میں ہے دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندے جو کچھ کرتے ہیں نیکی بدی وہ سب اللہ کے علم ازلی کے مطابق ہوتا ہے جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا ہے پھر بھی ہم اہلِ سنّت پر یہ الزام دینا کیا یہی شان دیانت ہے اس الزام کے جھوٹ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ معترض بہادر نے اس کے ثبوت علماء اہلسنت والجماعت کا کلام تو کیا ان کی کسی کتاب تک کا ذکر نہیں کیا اور ذکر کرتے تو کہاں سے کرتے بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا دامن اس تہمت سے پاک ہے ناظرین کرام اب اس کے سوا کیا کہا جائے کہ **الا لعنة اللہ علی الکاذبین۔**

معترض کے اس بہتان تراشی کا منشاء یہ ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی

دعا سے حاجتیں ملتی اور بلائیں دور ہوتی ہیں معترض بہادر اگر یہی تقدیر سازی ہے تو سب سے پہلے حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اعتراض کر دیئے کہ وہ فرماتے ہیں۔ لایرد القضاء الا الدعاء تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے یعنی قضائے معلق رواہ الترمذی وابن ماجه والحاکم بسند حسن عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنه دوسری حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں لایغنی حذر من قدر والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل وان البلاء ینزل فیتلقاہ الدعاء فیعتلجان الیٰ یوم القیامة تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی اور دعا اس سے جو اُتر آئی اور جو ابھی نہیں اتری دونوں سے نفع دیتی ہے اور بیشک بلا اترتی ہے دعا اس سے جا ملتی ہے دونوں قیامت تک کشتی لڑتے رہتے ہیں۔ یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دعا اسے اترنے نہیں دیتی رواہ الحاکم والبزاز والطبرانی فی الاوسط عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنها قال الحاکم صحیح الاسناد کذا قال۔

دیکھو معترض بہادر کیسا صاف ارشاد ہے کہ دعاء قضاء معلق کو ٹال دیتی ہے اور دعا اس بلا سے جو اُتر چکی اور جو نہ اتری نفع دیتی ہے اور یہ کہ دعاء بلا سے لڑتی ہے اسے اترنے نہیں دیتی۔ معترض بہادر اب یہاں اس پر بھی چلاؤ کہ ہائے یہ تو شرک سے بڑھ کر ہو گیا ہائے دعا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقدیر پر غالب جتا دیا۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم قوله۔ فریادرس، مشکل کشا و حاجت روا، اولاد دینے والے و روزی دینے والے، بلائیں دور کرنے والے مان رکھے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ حقیقی فریادرس، مشکل کشا و حاجت روا اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم اس کے علاوہ حاشا وکلا کسی کو کسی فعل میں مستقل بالذات نہیں مانتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ہم عاجزوں کے لیے کہ اس سے براہ راست حصول فیض نہ کر سکتے تھے، اپنی اعانت و امداد کے ذرائع پیدا فرماتے اور انبیاء و اولیاء کو جس طرح ہم تک اپنے احکام کی تبلیغ کا واسطہ بنایا اسی طرح ہمارے لیے ان کو اپنی جناب کا ذریعہ عظمیٰ اور اپنی اعانت کا مظہر اتم بنایا قال تعالیٰ وابتغوا الیه الوسیلة۔ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ

ڈھونڈو اور سب کا وسیلہ عظمی سب سے اعظم وارفع سید البشر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا تو جو نعمت عالم میں بٹی یا بٹتی ہے انہیں سے بٹی ہے اور بٹتی رہے گی اور عالم میں کسی سے جو مصیبت دور ہوئی یا ہوتی ہے انہیں سے دور ہوئی اور ہوتی رہے گی۔ قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنٰك الاّ رحمة للعلیمن۔ اے رسول ہم نے تمہیں عالم کی رحمت بنا کر بھیجا۔ معترض بہادر یہ لو اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت عالم بنایا۔ تو لاجرم وہ سب کے حاجت روا مشکل کشا ہوئے اسی لیے مولائے کریم نے اپنے کرم سے سب سے عظیم حاجت کی طلب کے لیے اپنے پیارے کے در پر ہم کو لا کھڑا کیا۔ قال تعالیٰ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رّحیما۔ یعنی اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں پس اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لیے رسول، تو اللہ کو توبہ کرنے والا مہربان پائیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے یا محمد انی أتوجه بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لیقضیٰ لی یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں کہ میری یہ حاجت پوری ہو اور بعض روایات میں ہے۔ لتقضی لی یارسول اللہ تا کہ حضور میری یہ حاجت پوری فرما دیں ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں طبرانی وغیرہ کی روایت حدیث میں ہے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف نے یہ دعا ایک صحابی یا تابعی کو بتائی انہوں نے بعد نماز یوہیں ندا کی یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اس حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں ان کی حاجت بھی پوری ہوئی پھر علماء ہمیشہ اسے قضائے حاجات کے لیے لکھتے آئے۔ نیز صحیح مسلم وابوداؤد وابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں ربعیہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پرنور سید العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائینگے عرض کی میں حضرت سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو فرمایا بھلا۔ اور کچھ؟ عرض کی بس میری مراد تو یہی ہے الحمدللہ یہ

جلیل ونفیس حدیث ہر ہر فقرے سے وہابیت کش ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعنی فرمایا کہ میری اعانت کر اسی کو استعانت کہتے ہیں۔ یہ درکنار حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلق طور پر سل فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے جان وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید وتخصیص فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں ''از اطلاق سوال کہ فرمود سل نجواہ تخصیص نہ کرو بمطلوبی خاص معلوم می شود کہ کارہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرچہ خواہد باذن پروردگار خود دہد'' فان من جودك الدنيا وضرتها۔ ومن علومك علم اللوح والقلم۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مرقات میں فرماتے ہیں: ''يوخذ من اطلاق صلى الله عليه وسلم الامر بالسوال أن الله تعالىٰ مكنه من اعطاء كل ما ارادا من خزائن الحق'' یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مانگنے کا حکم دیا مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں پھر لکھا وذكر ابن سبع فی خصائصه وغيره ان الله تعالىٰ اقطعه ارض الجنة يعطى منها ماشاء لمن يشاء یعنی امام ابن سبع وغیرہ، علما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ جل وعلا نے حضور کی جاگیر کردی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں، معترض بہادر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت روائی کے جلوے دیکھ چکے، اب اولیاء کرام کی امداد اعانت کا ثبوت لیجئے **''عوارف المعارف''** میں شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل فرمائی۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حاكيا عن ربه اذا كان الغالب على عبدى الاشتغال بى جعلت همته ولذته فى ذكرى فاذا جعلت همته ولذته فى ذكرى عشقى وعشقته ورفعت الحجاب فيما بينى وبينه لا يسهو اذا سها الناس اولئك كلامهم كلام الا بنياء اولئك الا بطال حقا اولئك

الذین اذا اردت بأھل الارض عقوبة اوعذابا ذکرتھم فیھا فصر فتہ ربھم عنھم اھ یعنی میرے بندے پر جب میری محبت غالب ہوتی ہے تو میں اس کی لذت وکوشش اپنے ذکر میں کر دیتا ہوں تو وہ میرا عاشق ہو جاتا ہے اور میں اسے چاہتا ہوں اور اپنے درمیان اور اس کے درمیان پردہ اٹھا دیتا ہوں جب لوگ بھولتے ہیں وہ نہیں بھولتا یہی ہیں جن کا کلام انبیاء کا کلام یہی ہیں جو سچے جوانمرد یہی ہیں وہ کہ جب میں اہل زمین پر عقوبت یا عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں تو ان کو یاد کرتا ہوں تو ان کے طفیل عذاب کو اہل زمین سے پھیر دیتا ہوں۔ نیز اسی **عوارف المعارف** میں ہے: اخبرنا الشیخ العالم رضی الدین ابو الخیر أحمد بن اسمٰعیل القزوینی اجازۃ قال انا ابو سعید محمد بن ابی العباس الخلیلی۔ قال أخبر نا القاضی محمد بن سعید الفر خزا ذی قال انا ابو اسحٰق احمد بن محمد قال انا الحسین بن محمدٍ قال حدثنا ابو بکر بن خرجة قال حدثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال حدثنی ابو حمید الحمصی قال حدثنا یحی بن سعید القطار (کذابا لأ صل) قال حدّثنا حفص بن سلیمان عن محمد بن سوقة عن وبرۃ بن عبدالرحمٰن عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لید فع با المسلم الصالح عن مأته من اھل بیته وجیرا نه البلاء۔ یعنی اپنی اسناد سے شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ صالح مسلمان سے اس کے اہل بیت اور پڑوسیوں میں سے سونفر سے بلا دور فرماتا ہے، نیز اسی میں ہے: (ورُوی) عن النبی ﷺ انه قال لولا عبا د اللہ رکع وصبیة الرضع وبھائم رتع لصب علیکم۔ العذاب صباً ثم رص رصاً یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے عبادت گذار بندے اور دودھ پیتے بچے اور چرند وجانور نہ ہوتے تو تم پر عذاب ڈھا دیا جاتا اور پھر محکم کر دیا جاتا نیز اسی میں ہے (وروی) جابر بن عبد اللہ قال قال النبی ﷺ ان اللہ لیصلح

بصلاح الرجل ولدہ وو لد ولدہ واھل دویر تہ ودویرات حولہ ولا یزالون فی حفظ اللہ مادام فیھم۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نیک مرد کے صدقہ میں اس کی اولاد اور اس کی اولاد اور اس کے اہل اور ہمسایوں کی اصلاح حال فرماتا ہے اور وہ اللہ کی امان میں رہتے ہیں جب تک وہ انمیں رہے۔ دیکھو معترض بہادر کیسی صاف صریح حدیثیں ہیں کہ اولیاء اللہ کے ذریعہ بلائیں دور ہوتی ہیں اور ان سے اصلاح حال ہوتی ہے کیو معترض بہادر اصلاح حال میں روزی ملنا حاجت روا ہونا اولاد ملنا شامل نہیں؟ ضرور سب اس کے عموم میں داخل ہے۔ معترض بہادر یہی تو ہمارا عقیدہ ہے جو یہ حدیثیں بتا رہی ہیں کہ اولیاء کرام دفع بلا وحصول رزق وخیر وبرکت کا ذریعہ ہیں کسی سے پوچھ دیکھو کہ آیا تم اولیاء کرام کو ان امور میں مستقل بالذات جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ کی اعانت کا مظہر جانتے ہو وہ یہی کہیگا کہ مستقل بالذات کسی کام میں کوئی بھی نہیں اولیاء کرام بھی نہیں وہ تو فقط ذریعہ عون الٰہی ہیں پھر بھی تم اس پر حکم شرک جڑتے ہو تو اولاً خدا ورسول کا جنہوں نے ان اولیاء کو واسطہ ذریعہ بتایا ہے کیا مشرک نہ کہو گے یہ کیسی امت ہے کہ خدا ورسول بھی مشرک ٹھہرے **والعیاذ باللہ العلی العظیم**۔ **ثانیاً** آپ حضرات وسیلے پر بھی حکم شرک جڑتے ہیں تو لاجرم وسیلہ بھی خدا کے ساتھ خاص ہوا اب ذرا یہ بتایئے کہ اس سے اوپر کون ہے کہ جس کے لیے معاذ اللہ یہ وسیلہ وواسطہ ہوگا اب کہیے کہ وسیلہ کو شرک بتا کر اللہ سے اوپر کسی کو مانا کہ نہیں اور جب اللہ سے اوپر کسی کو مانا تو یہ شرک جو آپ نے امت مسلمہ کے سر تھوپا بلکہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا آپ حضرات پر لوٹا کہ نہیں۔ **کذالك العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانو ایعلمون**۔ اب ذرا چند اقوال علماء سنتے چلیے اسی عوارف المعارف میں ہے:

ویعتقد المرید ان الشیخ باب فتحہ اللہ الیٰ جناب کرمہ منہ یدخل والیہ یرجع وینزل با لشیخ سوانحہ ومہا مہ الدینیۃ والدنیویۃ ویعتقد ان الشیخ ینزل باللہ الکریم ماینزل المرید بہ ویرجع فی ذلك

الیٰ اللہ کما یرجع المرید الیہ ویستغیث الیٰ اللہ بحوائج المرید کما یستغیث لحوائج نفسہ ومھام دینہ و دنیاہ الخ ملتقطاً۔ یعنی مرید یہ اعتقاد کرے پیر ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنی جناب کرم کی طرف کھولا ہے کہ اسی سے داخل ہوتا ہے اور اس کی طرف پلٹتا ہے اور شیخ کے ذریعہ اس کے دینی و دنیوی امور نزول کرتے ہیں اور یہ اعتقاد کرے کہ حصول فیض میں پیر کا وہ مقام اللہ کے یہاں وہ مقام ہے۔ جو مرید کا پیر کے یہاں اور وہ اس لیے اللہ سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ مرید اس سے رجوع کرتا ہے اور وہ اللہ سے مرید کی حاجتوں میں مدد چاہتا ہے جیسا کہ اپنی حاجتوں اور اپنی مہمات دینی و دنیوی میں نیز اسی عوارف المعارف کے الباب الثامن عشر میں ہے: وینوی التبوك بمن هنا لك من الاحياء والاموات ويزورهم یعنی جب کسی شہر میں داخل ہو تو وہاں کے احیاء واموات سے حصول برکت کا قصد کرے اور ان اولیاء کی زیارت کرے نیز امام محمد غزالی قدس سرہٗ احیاء العلوم میں۔ فرماتے ہیں: (القسم الثانی) وھو ان یسافر لاجل العبادۃ إما الحج أوجهاد وقد ذكرنا فضل ذلك واٰدابه اعماله الظاهرة والباطنة فی كتاب اسرار الحج ويدخل فی جملته زيارة قبور الانبياء عليهم السلام وزيارة قبور الصحابة والتابعين وسائر العلماء والأولياء و كل من يتبرك به بمشاهدته فی حياته يتبرك بزيارته بعد وفاته الخ۔ یعنی سفر کی دوسری قسم یہ ہے کہ حج یا جہاد کسی عبادت کے لیے سفر کرے اور اسی میں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی زیارت اور صحابہ وتابعین اور تمام علماء و اولیاء کی قبروں کی زیارت داخل ہے اور ہر وہ جسے دیکھ کر اس کی زندگی میں برکت ملتی ہے اس کی زیارت سے اس کے وفات کے بعد بھی اس سے برکت ملتی ہے۔ معترض بہادر دیکھا یہ وہ جلیل القدر علماء کس طرح اولیاء کرام کو حاجت روا مانتے ان سے برکت لینے کی نیت سے ان کی قبروں کی زیارت کا حکم دیتے اور اس زیارت کے لیے سفر کو عبادت بتا رہے ہیں اور سنتے چلیے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی اخبار الاخیار

شریف میں یوں فرماتے ہیں ’’مفاتیح خزائن جود وازمہ بصرفات وجود بقبضۂ اقتدار درست اختیار اوسپرد‘‘ قلوب جمیع طوائف انام رامسخر سلطان ہیبت وقہرمان عظمت اوساخت الخ

معترض صاحب۔تصارف سے کہنا کہ یہی تو وہ شیخ محقق محدث دہلوی ہیں جن سے تم سند پکڑتے ہو ذرا ان کے خط کشیدہ اس فقرہ کو دیکھو کہ مفاتیح خزائن جود وازمہ تصرفات وجود الخ بھلا بتاؤ تو تمہارے طور پر تمہارے مستند نے کتنا عظیم شرک کیا کہ خدا کی خدائی حضرت پیرانِ پیر کے ہاتھ میں دیدی اور ذرا یہ بھی بتاؤ کہ تم ایسے کو دین میں مستند مان کر خود مشرک ہوئے کہ نہیں،ضرور ہوئے **ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم** یہی شیخ محقق اسی اخبار الاخیار میں مزید فرماتے ہیں۔واز آنحضرت از ہر جنس کرامات نقل کردہ انداز تصرف در ظواہر خلق و بواطن ایشاں و اجراء حکم برانس وجان و اطلاع ضمائر اظہار سرائر وتکلم بر خواطر و اطلاع بر بطائن ملک وملکوت وکشف حقائق جبروت واسرار لاہوت واعطاء مواہبت غیبیہ و امداد وعطایا لاریبیہ وتصریف وتقلیب حوادث و دواہی وتصریف اکوان محو واثبات الٰہی و اتصاف بصفت اماتت واحیاء وتحقق بنعت افناء وانشاء وتصحیح مرضی وتشفیہ اعلاوطی زمان ومکان وانفاذ امر در زمین وآسمان وسیر برآب وطیر در ہوا وتصریف ارادت مردم وتقلیب طبائع اشیاء و احضار اشیا از غیب واخبار از ماضی وآتی بلاشک وریب الخ

معترض صاحب ہمارے تو انبیاء اولیاء کو مشکل کشا حاجت روا ماننے پر تمہارے نے تقدیر ساز ماننے کی تہمت ہمارے سر ڈالی۔لیجئے شیخ محقق نے حضرت پیران پیر کا ظاہر و باطن پر تصرف جن وانس پر حکومت غیب پر اطلاع عالم ملک وملکوت کا مشاہدہ حقائق جبروت کا کشف اور غیبی عطائیں دیں اور محو و اثبات کے ذریعہ حوادث تصرف کرنا، مارنا، جلانا مریضوں کو احیا کرنا وغیرہ وغیرہ سب کچھ ثابت کر دیا اور بقول تمہارے خدائی صفات میں شریک کر دیا۔جی معترض بہادر اب شیخ محقق کو کس منہ سے مشرک کہو گے **کذالك العذاب ولعذاب الاخرة اكبر لو كانوا يعلمون**۔اب ذرا یہ سنتے چلیے کہ شیخ محقق کے یہ ممدوح وموصوف حضور پیران پیر دستگیر غوث الثقلین امام الفریقین محبوب سبحانی حضرت

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی تحدیث نعمت کے طور پر خود اپنے بارے میں کیا فرما رہے ہیں سنو بہجۃ الاسرار میں اس جناب سے یوں نقل فرمایا کہ من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی رکعتین یقرء فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدیٰ عشرۃ مرۃ ثم یصلی علی رسول اللہ ﷺ بعد السلام ویسلم علیہ ویذکرنی ثم یخطو الیٰ جہۃ العراق احدیٰ عشرۃ و یذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی باذن اللہ اہ یعنی فرماتے ہیں حضور غوث جیلانی قدس سرہٗ الربانی ''جو مجھ سے کسی مصیبت میں فریاد کرے میں اس کی مصیبت ٹال دوں اور جو میرا شدت میں نام لے اس کی مشکل آسان کروں اور جو اللہ کی طرف میرا وسیلہ پکڑے کسی حاجت میں اس کی حاجت پوری کروں اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص بعد فاتحہ پڑھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجے سلام پھیرنے کے بعد اور مجھے یاد کرے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت ذکر کرے اس کی حاجت اللہ چاہے پوری ہو۔ معترض بہادر ذرا آنکھیں کھول کے دیکھو یہ وہی تو حضرت بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا نام آپ نے بہت چمک کے لیا ہے۔ حضرت بڑے پیر فرماتے ہیں: ''اپنی کل حاجتوں کو خدا پر چھوڑ دو اور تمام خلقت سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف جھک جاؤ''۔ جی غریب مسلمانوں پر اپنا شرک نہ ہونے کے لیے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوح الغیب کی عبارت کا ترجمہ بے سمجھے تو جھٹ کہہ دیا کہ معلوم ہوگا انشاء اللہ الکریم اور وہ بھی پوری عبارت کا لکھ کر مطلب کھلنا جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ الکریم معلوم معلوم ہوا جاتا ہے مگر ذرا اس عبارت کو تو دیکھو کہ بڑے پیر صاحب کس طرح

خود سے فریاد کرتے مدد کے لیے پکارنے کے وسیلے سے خدا سے حاجت مانگنے اور اس نماز کی تلقین فرما رہے ہیں جس پر آپ نے اعتراض کا منہ کھولا ہے اور یوں لکھا کہ ''شاید اسی لیے نماز غوثیہ ایجاد کی گئی ہے جس میں بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ سے استغاثہ کیا جاتا

ہے آہستہ آہستہ دوسری عبادتیں بھی ایسی تاویلوں سے پیروں کے نام پر ہوسکتا ہے کی جانے لگیں۔ اولاً تم نے لکھا کہ ایجاد کی گئی ہے، یہ تو غوث اعظم ہم غلاموں کی برأت فرمارہے ہیں کہ نماز میں بتائی ان کی ایجاد نہیں۔ان پر جو یہ الزام رکھے وہ جھوٹا ہے **الا لعنة الله علی الکاذبین** کیوں معترض بہادر بہت چمک کے چلے تھے غوث کی گواہی دینے غوث کی غوثیت کے قرباں غوث نے کیسا جھوٹا کر دکھایا۔**والله الحمد والمنة**۔ معترض بہادر اب انہیں کو جن کا کلام بڑے عقیدت کے ساتھ نقل کر لائے تھے کس منہ سے مشرک کہو گے مگر یہ کہ ''بے حیا باش وہرچہ خواہی کن''۔ ثانیاً نماز غوثیہ پڑھنے والوں پر تو یہ بدگمانی کہ وہ معاذ اللہ اس تاویل سے کہ اولیاء اللہ کے غیر نہیں ہیں لہذا ان کی عبادت اللہ ہی کی عبادت ہے غوث اعظم کی عبادت کرتے ہیں۔مگر معترض بہادر ذرا آنکھوں کی پٹی اتار کر دیکھو کہ یہ بات کہاں پہنچی ابھی ہم حدیث ذکر کر چکے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا کو دعاء تلقین فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے **یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لیقضیٰ لی**، اور خوب کان کھول کے سنو کہ یہ حدیث صحیح ہے۔نسائی [۱] وترمذی و [۲] ابن ماجہ [۳] وحاکم [۴] وبیہقی [۵] وطبرانی [۶] وابن خزیمہ [۷] نے اسے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مقرر رکھا۔ ہاں تو معترض بہادر اب بول چلو تمہارے طور پر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عبادت کی تلقین فرمائی کہ نہیں **ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم**۔ **ثالثاً** امام شافعی سے مروی کہ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضر ہو کر سوال کرتا ہوں تو جلد پوری ہوتی ہے۔ ''**الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان**'' علامہ ابن حجر مکی میں ہے:

لم یزل العلماء ذووا الحاجات یزورون قبر الامام أبی حنیفة ویتو

سلون عنده الی قوله منهم الامام الشافعی فانه جاء عنه انه قال انی لاتبرك بابی حنیفة واجی الی قبره فاذاعرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبره وسألت الله عنده فتقضی سریعاً اھ

معترض ذرا صلیت رکعیتن پر نظر جما کر بولو کہ کسے کسے مشرک بناؤ گے۔ رابعاً یہ بھی سنتے چلو کہ بہجۃ الاسرار کی یہ روایت مذکورہ شیخ محقق نے اپنی کتاب ’’کامل النصاب زبدۃ الآثار‘‘ ترجمۂ بہجۃ الاسرار و کتاب مستطابہ اخبار الاخیار شریف میں ذکر کی ہے اور مقرر رکھی ہے۔ چنانچہ اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں۔’’فرمود کہ ہرگاہ از خدا چیزے خواہید بود من خواہید تا خواہش شما باجابت رسد و فرمود ہر کہ استعانت کند بمن در کربت کشف کردہ شود آں کربت از وہر کہ منادی کند بنام من در شدتے کشادہ شود آں شدت از وہر کہ توسل کند بمن بسوئے خدا در حاجتی قضا کردہ شود آں حاجت مراد را و فرمود کسیکہ دو رکعت نماز بگذارد و زہر رکعت بعد فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد ازاں درود بفرستد بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از سلام و بخواند آں سرورا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد ازاں یازدہ گام بجانب عراق برود و نام من گیرد و حاجت خود را از درگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آں حاجت او قضا گرداند بمنہ و کرمہ اھ‘‘۔ معترض بہادر اب ذرا آنکھیں مل مل کے دیکھو کہ وہی تو بہجۃ الاسرار والی روایت ہے اور یہ وہی نماز غوثیہ ہے جس کے متعلق تم نے کہا ہے کہ شاید اسی لیے نماز غوثیہ ایجاد کی گئی ہے الخ‘‘ ہاں بات کے دھنی، اب شیخ محقق پر اعتراض کر بھا گو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **خامساً** اس نماز کے اثبات اور حضرات وہابیہ کی کیفر حشیانی کو سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا رسالہ ’’أنہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار‘‘ کافی سے زیادہ ہے۔ معترض بہادر توفیق ہو تو اسے دیکھو کہ وہاں حق کہ وہاں علم کا آفتاب چمکتا اور حق کا چہرہ دمکتا پاؤ گے۔ اب ذرا اپنے امام الطائفہ کے خاندانی بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز خاں صاحب قدس سرہ کی شہادت امداد و اعانت کے جواز پر سنتے چلیے تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں،’’ و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلۂ جارحۂ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و

استغراق آنہا کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیان تحصیل کمالات باطنی ازانہامی نمائید وارباب حاجات ومطلوب حل مشکلات ازانہامی طلبند ومی یابند زبان حال آنہادراں وقت ہم مترنم بایں مقال است ع من آیم بجان گرتوآئی بہ تن،، معترض صاحب ذرا یہ فقرہ بعض ازخواص اولیاء اللہ را کہ جارحۂ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند‘ غور سے خوب آنکھیں پھاڑ کر دیکھو اور پھر بتاتے چلو کہ اولیاء اللہ جو بقول شاہ صاحب آلۂ جارحۂ تکمیل بنی نوع (یعنی انسان کو کمال بخشنے والے) بنائے گئے ہیں کس نے انہیں ایسا بنایا ہے ظاہر ہے کہ کہو گے اللہ نے تو بھلا جب اللہ نے انہیں کمال بخشنے والا بنایا تو ان کی تکمیل و تصرف کس کی تکمیل اور کس کا تصرف قرار پائیں گے کہو اللہ کا تو معترض صاحب یہی تو ہم کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی امداد واعانت اللہ ہی کی امداد واعانت ہی اور یہی شاہ صاحب کے ارشاد واجب الانقیاد کا صاف مطلب ہے۔اب ذرا شاہ صاحب سے آنکھیں ملا کر کہہ کہ جب اولیاء کی امداد و اعانت اللہ ہی کی اعانت ہے تو ان کی عبادت بھی اللہ ہی کی عبادت ہونا چاہیے۔جیسا کہ ہم کو یہ الزام آپ نے دیا ہے

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

پھر معترض صاحب ذرا ایک بار اوران کے فرمان واجب الاذعان کو دیکھو۔وہ صاف فرما رہے ہیں کہ اللہ نے انہیں بعد وصال بھی دنیا میں تصرف کی طاقت بخشی ہے اوران کا احوالِ برزخ کے مشاہدے میں استغراق ان کے مدارک کی وسعت کی وجہ سے دنیا کی طرف توجہ سے مانع نہیں ہوتا۔اہل حاجت ان سے مانگتے ہیں اور پاتے ہیں اوراویسیان ان سے کمالات باطنی کی تحصیل کرتے ہیں بھلا شاہ صاحب اولیاء کی حاجت روائی ان کا تصرف ان سے حاجت طلبی ان سے سب حاجتیں پانا سبھی کچھ ثابت کر گئے یہ جان وہابیت پر کیسی قیامت ہوئی واستعانت امور غیر عادیہ کا استثنا بھی شاہ صاحب نے نہیں کیا کہ کہنے کو ہوتا کہ وہ تو امور عادیہ میں اعانت ثابت کررہے ہیں یہ ہمارے طور پر شرک نہیں بے شرک تو یہ ہے کہ امور غیر عادیہ میں استعانت جیسا کہ معترض صاحب عنقریب کہیں گے کذالك

العذاب اب انہیں کیسے مشرک کہیں اور خود تو تعبیر شاہ صاحب شرک نہیں بچائیں۔

والعذاب الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون۔

معترض صاحب افسوس کہ آپ نے کلام پاک میں بھی کبھی غور نہ کیا ورنہ آپ کو معلوم ہوجاتا کہ اولیاء محبوبان خدا کی امداد واعانت جائز ہی نہیں بلکہ واقع ہے اور آپ یہ بھی سمجھ لیتے کہ ان کی امداد خدا کی امداد ہے ہم سے سنئے قرآن کا ارشاد ہے۔

اما السفینة فکانت لمسٰکین یعملون فی البحر فأردت أن اعیبها وکان وراء هم ملك یاخذ کل سفینة غصباً o واما الغلام فکان ابواه مومنین فخشینا ان یرهقهما طغیاناً وکفراً o فاردنا أن یبدلهما ربهما خیر امنه زکوٰةً واقرب رحما o اما الجدار فکان لغلٰمین یتمین فی المدینة وکان تحته کنز لهما وکان ابو هما صالحا فاراد ربك أن یبلغا اشدهما ویستخرجا کنزهما رحمة من ربك ومافعلته عن امری o الایة۔

یعنی وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اوران کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا تھا اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر اوراس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔ رہے! وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کو تھی اوراس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ اوران کا باپ نیک آدمی تھا۔ تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اوراپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔ یہ دیکھیے معترض صاحب قرآن کریم حضرت خضر علیہ السلام کی کس کس امداد واعانت کا ثبوت دے رہا ہے۔

کشتی کو توڑ کر محتاجوں کی مدد، پھٹی ہوئی کشتی میں خلاف عادت پانی کو نہ آنے دینا۔ نابالغ بچے کے حال پر مطلع ہوکر اسے قتل کرکے اس کے ماں باپ کو کفر سے بچالینا (یہ فعل حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔ کسی ولی کو یہ جائز نہیں کہ وہ نابالغ بچے کو اس کے حال پر مطلع ہوکر

قتل کردے)۔ خضر علیہ السلام کا اس کے ماں باپ کے لیے اس سے بہتر بدلہ چاہنا اور انہیں ملنا۔ مدارک میں ہے کہ روی انه ولدت لهما جارية تزوجها فولدت نبيا او سبعين نبيا أو ابدلهما ابنا مؤمنا مثلهما ۔ یعنی روایت آئی کہ ان کے لیے لڑکی پیدا ہوئی ایسی جس سے ایک نبی نے نکاح کیا اس سے ایک نبی ہوا دوسری روایت میں ہے ستر نبی ہوئے یا اللہ نے انہیں انہیں کی طرح مؤمن بیٹا دیا۔ گرتی دیوار کو سیدھا کر کے دو یتیموں (جنکا باپ پرہیز گار تھا) کا خزانہ محفوظ کر دینا۔ پھر ذرا یہ دیکھیے کہ قرآن فرماتا ہے وما فعلته عن امری یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا یعنی بلکہ اللہ کے حکم سے کیا۔ للہ انصاف یہ وہی بات کہ محبوبان خدا کی اعانت اللہ کی اعانت ہے اس لیے کہ اس کے حکم سے تو اب قرآن بلکہ صاحب قرآن عزوجل کو یہی الزام دو کہ جب مقربانِ حق کی امداد اللہ کی امداد ہے اور غیر کی مدد سے ہے۔ کیوں کہ وہ فنافی اللہ ہیں خدا کے غیر نہیں ہیں تو ان کی عبادت بھی جائز ہونی چاہئے۔'' **ولا حول ولاقوة الا بالله العلى العظيم**۔ معترض صاحب قرآن عظیم کے اس ارشاد میں ذرا پھر غور فرمایئے **وكان أبوهما صالحاً**۔ ان دونوں کا باپ نیک آدمی تھا۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ان یتیموں کے خزانے کی حفاظت کا حکم ان کے ماں باپ کی نیکی کی وجہ سے ہوا تو لاجرم باپ اپنی نیکی سے اپنے بچوں کے مال کی حفاظت کا ذریعہ ہوا اگرچہ بظاہر ذریعہ حفاظت خضر علیہ السلام ہیں اور محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ محبوبان حق کی امداد کا ثبوت بوجہ دیگر ہوا واللہ الحمد۔ مدارک میں ہے۔

وعن الحسين بن على رضى الله تعالىٰ عنهما انه قال لبعض الخوارج لما حفظ الله الغلامين قال بصلاح ابيهما قال فابى وجدى خير منه۔

یعنی حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ انہوں نے ایک خارجی سے کہا کہ اللہ نے ان دولڑکوں کی حفاظت کی کیا تدبیر فرمائی اس نے کہا ان کے باپ کی نیکی

سے،آپ نے فرمایا۔تو میرے باپ اور نانا علیہ السلام اس سے بہتر ہیں۔یہ قرآن و حدیث واقوال علماء نیز ارشاد واجب الانقیاد شاہ عبدالعزیز صاحب سے امداد و اعانت کا ثبوت بحمدہ تعالیٰ ہم نے خود امام الطائفہ کی ''صراط مستقیم''میں اس امر کے ثبوت میں عبارتیں اتنی نہیں کہ گنی جائیں اس پر چند عبارتیں گذریں وہ یاد کولو امام الطائفہ نے کہا''بالاجماع ایں طریق واہ برایں فریق''الخ۔ بھلا مدبر عالم ہونا امداد واعانت کا ثبوت تونہیں حضرت علی کے لیے غوثیت ،قطبیت ،ابدالیت اپنا اور سلاطین کی سلطنت میں دخل ثابت کیا،اولیاء کے لیے لکھا''ایشانرا می رسد کہ''الخ۔ بھلا عرش سے فرش تک جس کی سلطنت ہو وہ ایسا ہی مجبور ہوگا کہ کسی کی مدد نہ کرسکی گا۔سید احمد رائے بریلوی کا خواب میں حضور سے کھجوریں کھانا اور حضرت علی کا نہلانا فاطمہ زہرہ کا لباس فاخرہ پہنانا۔کیوں معترض صاحب اس گڑھے ہوئے خواب میں امداد واعانت تصرف واختیار کیا کچھ ثابت نہ ہوگیا۔اور سنو امام الطائفہ مزید اپنے پیر جی کے لیے اسی صراط مستقیم میں رقم طراز ہے''روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ''اسی میں ہے۔ ''شخصیکہ در طریقۂ قادریہ قصد بیعت میکند البتہ اوراجناب حضرت غوث الاعظم اعتقاد ہم میر سدانی قولہ خودرا از زمرہ غلامان آنجاب می شمارد''۔معترض صاحب اب اس بنا پر غوث الاعظم کے یہی معنیٰ ہوئے کہ بڑے فریادرس یا اور کچھ اب بول چلو کہ تم سب مع اپنے امام الطائفہ اپنے خود ساختہ شرک میں مبتلا ہوئے کہ نہیں ضرور ہوئے **وللہ الحجۃ السامیۃ**۔

قولہ جن کو دور سے بھی اس یقین کے ساتھ پکارتے ہیں کہ وہ ہماری فریاد سنیں گے۔

اقول۔بیشک محبوبانِ خدا کو پکارنا جائز ہے اللہ تعالیٰ جابجا فرماتا ہے۔**یاأیھا النبی یا ایھا الرسول** ہمیں یا آخر نماز میں حضور کو خطاب کر کے تلقین فرمایا التحیات میں پڑھتے ہیں **السلام علیك ایھا النبی** اور درمختار وغیرہ سے پہلے گذرا کہ لفظ تشہد سے انشاء کا قصد کرے گو یا اللہ کو تحیت کرتا اور نبی کو سلام کرتا ہے نیز حدیث نابینا گذری جس میں حضور نے دعا تلقین فرمائی **یا محمد** الخ اور غوث اعظم کا ارشاد بھی گذرا جس میں ہے **ومن نادانی**

باسمی۔ جو میرا نام لے کر پکارے کہیے، خدا و رسول، علماء کرام اور غوث اعظم کس کس پر اعتراض کا منہ کھولیے گا اور سنیے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں ''ذرا چہرہ سے پردہ کو ہٹاؤ یا رسول اللہ الخ انہیں بھی مشرک کہیے اور یہ قسم ناتوتوی دور سے پکار پکار کر مدد مانگ رہے ہیں کہتے ہیں ''مدد کر اے کریم حمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار'' کہیے یہ بھی مشرک ہیں کہ نہیں یا شریعت آپ کی خانگی ہے کہ جسے چاہا مشرک بنایا اور جسے چاہا مسلمان۔ ولا حول قوۃ الا باللہ العلی العظیم

کچھ اس کتاب کے بارے میں

زیر نظر کتاب مسمی ’’دفاع کنزالایمان‘‘ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب کا معرکۃ الآرا مقالہ ہے جسے انہوں نے ۱۹۷۶ء میں دیوبندی مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کی گمراہ کن کتاب ’’قرآن پر ظلم‘‘ شائع کردہ مدرسہ رئیس العلوم رائے پور ضلع کھیری لکھیم پور کے جواب میں قلمبند فرمایا تھا اور جو المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ’’امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ المیزان والوں نے علامہ موصوف کا پورا مقالہ بھی نہیں چھاپا تھا اور اس میں جگہ جگہ سے عربی عبارتیں اور حوالے بھی اُڑا دیئے تھے، البتہ اردو ترجمہ کو برقرار رکھا تھا۔

المیزان میں اس کی اشاعت کے بعد اس کی مانگ بڑھی تو علامہ موصوف نے اپنا مسودہ کتابت کے لیے دیا مگر کاتب صاحب اور پریس والوں نے سارا میٹر تباہ کر دیا۔ اس طرح کتابی شکل میں یہ مقالہ نہ آسکا۔ تقریباً ۱۱ر سال بعد فقیر نے پرانا لکھا ہوا خستہ مسودہ حضرت علامہ موصوف سے حاصل کیا اور مہینوں اس پر محنت کی تب جا کر کہیں مقالہ ترتیب میں آیا۔ لیکن پھر اس پر ایک آفت آئی کہ نئے کاتب صاحب نے عربی کی عبارتیں جو الگ تھیں اور جن کے لیے تاکید تھی کہ انہیں بھی لکھنا ہے انہیں لکھا ہی نہیں اور تین چوتھائی مقالہ کی کتابت جب لے کر آئے تب یہ راز کھلا کہ عربی عبارتیں انہوں نے بھی غائب کر دیں۔ اب لوگوں نے مشورہ دیا کہ عربی عبارت کو رہنے دیجئے۔ اس کتاب کو صرف علماء ہی کے لیے تو شائع نہیں کرنا ہے، بلکہ طلبہ اور عوام سب کے افادہ کے لیے اس کی اشاعت کرنی ہے۔ اس لیے عربی عبارات کے بغیر بھی مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بدقت تمام حضرت علامہ اس پر راضی ہوئے۔

اب دوسری آفت اور آن پڑی کہ تقریباً تیس صفحات کی کتابت کاتب صاحب حضرت علامہ اور فقیر کی غیر موجودگی میں گھر پر کسی غیر ذمہ دار شخص کو دے آئے اور اس نے وہ

کتابت شدہ میٹر ہی غائب کر دیا۔ بڑی چھان بین کی گئی لیکن نہ ملنا تھا نہ ملا، لہٰذا مزید چند صفحات کا اضافہ کر کے مقالہ پھر سے مکمل کیا گیا اور اب موجودہ صورت میں فاضل گرامی مخدوم مکرم جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ کی یہ تصنیف قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔

زیر نظر کتاب اس حالت میں بھی کافی علمی و تحقیقی اور قیمتی ہے اور اس سے علماء، طلبہ، عوام سبھی فائدہ حاصل کریں گے۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کے سلسلہ میں لکھے جانے والے متعدد مضامین و مقالوں میں اس کی ایک نئی اور اعلیٰ شان ہے جس نے آج سے گیارہ سال قبل کنزالایمان کے سلسلہ میں فرزندان دیوبند کے کھولے گئے فتنے کا سد باب کر دیا تھا اور آج بھی اس طرح کے فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اور ان کے حملوں کو توڑنے کے لیے اس مقالہ کو ایک مستحکم قلعہ کی روپ میں کھڑا ہوا پائیں گے۔

نوٹ:۔ دہلی کے ایک دیوبندی مولوی قاسمی نے الجمعیۃ نامی اخبار میں چند سال قبل چند اعتراضات کنزالایمان کے سلسلے میں اور بھی اٹھائے تھے۔ ان کا بھی مسکت جواب حضور علامہ ازہری صاحب قبلہ نے دفاع کنزالایمان کے نام سے دیا تھا جو ماہنامہ سنّی دنیا کے علاوہ دیگر سنّی رسائل میں بھی شائع ہوئے تھے اور جن کی دو ایک قسطوں کو رضا اکیڈمی بمبئی اور سنّی تبلیغی جماعت باسنی ناگور نے کتابی شکل میں بھی شائع کیا تھا۔ دفاعِ کنزالایمان کی وہ قسطوں کو دفاعِ کنزالایمان حصہ دوم کے نام سے جلد ہی علیٰحدہ سے کتابی شکل میں پیش کی جائیں گی۔

عبدالنعیم عزیزی

مدیر ''سنی دنیا'' سوداگران، بریلی شریف۔